وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

سِلسلہ عالیہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کا تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی ترجمان!

Regd. No. P. GDP-3 Registered With The Registrar Of News Paper For India At No. R. N. 61/57 Phone N. 35

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان بحیثیت نمائندہ جماعتہائے احمدیہ بھارت مسجد "بشارت" سپین کی بابرکت افتتاحی تقریب میں شمولیت کے بعد مورخہ ۲۵ اخاء (اکتوبر) کو بخیر و عافیت واپس قادیان تشریف لائے۔ مورخہ ۳۱ اخاء (اکتوبر) کو آپ کے اعزاز میں ایک پُر وقار استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی جس میں محترم مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی فاضل ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان نے مرکزی انجمنوں اور ذیلی تنظیموں کی جانب سے محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔

ادارۂ تحریر
ایڈیٹر: خورشید احمد انور
نائب: جاوید اقبال اختر

ہفت روزہ **بدر** قادیان

جلسہ سالانہ نمبر

بابت :-

۲۹ صفر
۶ ربیع الاوّل ۱۴۰۳ ھ

بمطابق

۱۶/۲۳ رفتح ۱۳۶۱ ہش
۱۶/۲۳ دسمبر ۱۹۸۲ء

شمارہ ۵۰/۵۱	جلد ۳۱

شرحِ چندہ

سالانہ	۲۶ روپے
ششماہی	۱۳ روپے
ممالکِ غیر بذریعہ ہوائی ڈاک	۷۵ روپے
فی پرچہ	۶۰ پیسے
خصوصی نمبر	تین روپے

اداریہ

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"

آج سے ٹھیک ۹۳ سال قبل قادیان کی اس مقدس مگر ظاہری اعتبار سے بالکل معمولی اور گمنام بستی میں خدا تعالیٰ کا ایک فرستادہ مبعوث ہُوا جسے بارگاہِ ایزدی سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور اس کے عالمگیر رُوحانی غلبہ کی بابرکت آسمانی مُہم تفویض کی گئی ۔۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجدید و احیاءِ دین کے اس عظیم الشان رُوحانی جہاد کا بگل بجتے ہی اسلام کا وہ فتح نصیب جرنیل تنِ تنہا میدانِ کارزار میں کود پڑا ۔ اور کسی بھی قسم کے خوف و خطر سے بے نیاز ہوکر اس نے اپنی پوری توجہ اس مقدس اور جلیل القدر فریضہ کی بجا آوری پر مرکوز کردی ۔

انسانی نگاہ میں یہ آسمانی منصوبہ ایک عجوبہ تھا ۔ جس کی تکمیل بظاہر حالات امرِ محال تھی ۔ مگر اس بابرکت منصوبہ کے پسِ پشت چونکہ خدائے ذوالعجائب کی معجزانہ قدرت نمائی اور اس کی مشیتِ خاص کام کر رہی تھی ۔ اس لئے اسلام کے اس بطلِ جلیل نے نہایت تحدّی کے ساتھ یہ پُرشوکت اعلان فرمایا کہ :-

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا ۔ اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا ۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا ۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر عِلم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے ۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا ۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا ۔ اور اپنے وعدہ کو پُورا کرے گا ......" (تذکرہ صفحہ ۵۴۶)

مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جن حالات میں یہ عظیم الشان پیشگوئی فرمائی وہ بادی النظر میں اس درجہ مخالف اور ناساز گار تھے کہ عام آدمی اس تحدّی کو ایک تعلّی سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتا تھا ۔۔ اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی اور انتہائی کس مپُرسی کو دیکھتے ہوئے معاندینِ اسلام خصوصاً پادری ، دینِ حنیف پر چاروں طرف سے تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے ۔ تمام یورپین طاقتیں چونکہ عیسائیت کی پُشت پر تھیں اس لئے مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعویٔ مسیحیت و مہدویت پر نہ صرف عیسائی پادری اور برطانوی حکومت برافروختہ ہوئی بلکہ علماءِ دین بھی اس دعوے پر آگ بگولہ ہو گئے ۔ ایسے نامساعد حالات میں جبکہ اپنے اور بیگانے سب ہی مخالفت پر کمربستہ تھے ، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب برگزیدہ بندے کی تائید و نصرت کے لئے فوجِ ملائک کو آسمان سے اُتارا جس نے الہام الٰہی

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْ إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ

کے مطابق دِلوں میں نیک تحریک شروع کی ۔ چنانچہ وہ مردِ مجاہد جو اَب تک گوشۂ گمنامی میں تنہائی کی زندگی بسر کر رہا تھا ۔ رفتہ رفتہ اُس کے گرد مخلصین کی ایک پاکباز رُوحانی جماعت دکھائی دینے لگی ۔ جو مخالفین کی تمام تر کوششوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود بتدریج ترقی کرتی چلی گئی ۔ حتیٰ کہ قادیان کی گمنام بستی سے اُٹھنے والی آواز ایک ضلع سے دوسرے ضلع ، ایک صُوبہ سے دُوسرے صُوبہ اور ایک ملک سے دُوسرے ملک میں گونجنے لگی ۔ اور یوں تحریکِ احمدیت کے حلقہ بگوش مجاہدین کے جانباز دستے یکے بعد دیگرے غلبۂ اسلام کی بابرکت آسمانی مہم میں سربکف ہوتے چلے گئے ۔۔ !!

مخلصین جماعت کی اس بتدریج عددی و جغرافیائی وسعت کے ساتھ ساتھ افرادِ جماعت بالخصوص نَو واردینِ سلسلہ کی مناسب تعلیم و تربیت اور اُن کی اخلاقی و رُوحانی نشو و نما کا خیال رکھنا بھی از بس ضروری تھا ۔ چنانچہ اس اہم اور مستقل ضرورت کو پُورا کرنے کی غرض سے سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے باذنِ الٰہی تجویز فرمایا کہ ہر سال سلسلہ احمدیہ کے دائمی رُوحانی مرکز قادیان میں ایک سالانہ جلسے کا انعقاد عمل میں لایا جائے ۔ جس میں گلشنِ احمد کے رُوحانی طیُور اکنافِ عالم سے جمع ہو کر خدا اور اس کے رسُول کی باتیں سُنیں ۔ جماعت پر روز افزوں نازل ہونے والے افضالِ سماوی کا عینی مشاہدہ کرکے اپنے ایمانوں کو صیقل کریں ۔ اور غلبۂ اسلام کے مہتم بالشان مقصد و نصب العین کی تکمیل کے لئے تجدیدِ عہد کرکے اس بابرکت آسمانی مُہم کو تیز سے تیز تر کرنے کی تدبیریں سوچیں ۔ چنانچہ مشیتِ ایزدی کے مطابق سنہ ۱۸۹۱ء میں آپؑ نے اس بابرکت سالانہ جلسہ کی بُنیاد رکھی ۔ جس میں پہلی مرتبہ ستّر افراد شریک ہُوئے ۔

مخالفینِ احمدیت نے اپنے علم و فضل اور قوت و طاقت کے بل بوتے پر اس عظیم الشان رُوحانی مقصد کی راہ میں بھی رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی ۔ مگر خدا تعالیٰ کی تقدیر کو پُورا ہونے سے بھلا کون روک سکا ہے ؟ وہ کمال آب و تاب کے ساتھ پُوری ہُوئی ۔ اور پھر ہر بار پہلے سے کہیں زیادہ نمایاں طور سے پُوری ہو کر صداقتِ احمدیت پر مُہرِ تصدیق ثبت کرتی اور مخالفین کی جھُوٹی خوشیوں کو پامال کرتی چلی گئی ۔

سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے وصال کے بعد جماعتِ احمدیہ میں خلافت علیٰ منہاجِ النبوت کا بابرکت نظام قائم ہُوا ۔ جس کے یکے بعد دیگرے تین انتہائی بابرکت اور ہر جہت سے کامیاب ترین دَور دُنیا نے بچشمِ خود مشاہدہ کئے ۔ ان میں سے ہر دَور کے آغاز میں مخالفینِ احمدیت نے اِس الٰہی جماعت کے شیرازہ کو منتشر کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ۔ مگر اس رُوحانی سلسلہ کی بُنیاد چونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اس لئے ہر مرحلہ پر اس کی خصوصی تائیدات جماعت کے شاملِ حال رہیں ۔ اور کاروانِ احمدیت بدستور اپنے مخالفین کی اُمیدوں کو پامال کرتا ہُوا شاہراہِ ترقی پر گامزن رہا ۔ اس دَوران جہاں اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کو دیگر شعبہ ہائے عمل میں غیر معمولی ترقیات عطا فرمائیں وہاں جلسہ سالانہ کے فیوض و برکات کا دائرہ بھی سال بہ سال وسیع سے وسیع تر ہو کر جماعتِ مومنین کے لئے گلشنِ احمد کے سدا بہار ہونے کا رُوح پرور عملی ثبوت فراہم کرتا چلا گیا ۔

آج ۔۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہُوئی توفیق سے ایک بار پھر اس مقدس بستی میں جمع ہو کر اپنا ۹۱ واں سالانہ جلسہ منعقد کر رہے ہیں جو عہدِ خلافتِ رابعہ کا پہلا عظیم الشان رُوحانی اجتماع ہونے کی وجہ سے ایک خاص تاریخی اہمیت رکھتا ہے ۔ اس دورِ باسعادت کے ساتھ جو عظیم الشان آسمانی بشارات وابستہ ہیں اُن کے پیشِ نظر ہر احمدی بارگاہِ ربّ العزت سے پُر اُمید ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت دورِ خلافت میں منعقد ہونے [illegible] ہمارا یہ بابرکت رُوحانی اجتماع بھی گزشتہ سالانہ جلسوں کی طرح یقیناً جماعتِ احمدیہ کے لئے ترقی و کامرانی کی کئی نئی شاہراہیں کھولنے کا باعث ہوگا ۔ او[illegible] پُرکیف ماحول میں دُنیا ایک مرتبہ پھر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ع۔ "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" کو کمال آب و تاب کے ساتھ پُورا ہوتے ہوئے دیکھے گی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

خورشید احمد انور

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۳ رفتح (دسمبر) ۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارے میں پاکستان سے تشریف لانے والے ایک مہمان محترم ڈاکٹر محمد انور صاحب زاہد کی زبانی موصولہ مورخہ ۱۲/۱۲/۸۲ کی اطلاع مظہر ہے کہ :-

"حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے ۔" الحمد للہ ۔

احباب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی ، درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے دردِ دل سے دُعائیں کرتے رہیں ۔

قادیان ۱۳ رفتح (دسمبر) ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی مع محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ و جملہ درویشانِ کرام بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں ۔ الحمد للہ ۔

☆ ۔۔ مورخہ ۹/۱۲/۸۲ کو قادیان سے مکرم مولوی بشیر احمد صاحب کالا افغاناں درویش ، مکرم مولوی محمد صادق صاحب مقارقہ ، اور مکرم چوہدری محمد اکبر صاحب نائب ناظر بیت المال آمد ایک پرائیویٹ جیپ میں امرتسر جا رہے تھے کہ بٹالہ سے کچھ آگے جیپ کنٹرول سے باہر ہو جانے کی وجہ سے ایک درخت سے جاٹکرائی جس کے نتیجہ میں یہ تینوں دوست جو جیپ کے پچھلے حصّہ میں سوار تھے باہر گر گئے جس سے کچھ چوٹیں آئیں ۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے صحتِ کاملہ عطا فرمائے ۔ (اسیان +)

یہ نورِ دوسری قدرت کا چوتھا مظہر ہے

سیدنا حضرت اقدس مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کلماتِ طیبات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"اے میری جماعت خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو، وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفرِ آخرت کے لئے ایسا تیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دُنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دُنیا کے لئے ہے۔ اور بد قسمت ہے وہ جس کا تمام ہم و غم دُنیا کے لئے ہے۔ ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔ اے سعادتمند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد و لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا۔ لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مُشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دِل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفسِ امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دِل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے وعظ کرتے ہو سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دُنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دِلی خوف سے بجالاؤ کہ تم ان سے پُوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دُعا کرو کہ تا تمہیں خدا اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دِلوں کو صاف کرے۔ کیونکہ انسان کمزور ہے، ہر ایک بدی جو دُور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دُور ہوتی ہے۔ اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پائے کسی بدی کے دُور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ۔ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری رُوحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کے رُو سے دُنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔

اے میری عزیز جماعت! یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے۔ اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکا مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوا پکڑو۔ اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو۔ اور حدیثوں کو بھی ردّی کی طرح مت پھینکو کہ وہ بڑی کام کی ہیں اور بڑی محنت سے اُن کا ذخیرہ تیار ہُوا ہے۔ لیکن جب قرآن کے قِصّوں سے حدیث کا کوئی قصہ مخالف ہو تو ایسی حدیث کو چھوڑ دو۔ تا گمراہی میں نہ پڑو۔ قرآن شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالیٰ نے تمہارے تک پہنچایا ہے سو تم اس پاک کلام کی قدر کرو۔ اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راستبازی اسی پر موقوف ہے۔ کسی شخص کی باتیں لوگوں کے دِلوں میں اُسی حد تک مؤثر ہوتی ہیں جس حد تک اُس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کا یقین ہوتا ہے .... اگر تم صِدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے۔ اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی۔ اور رُوح القُدس سے مدد دیئے جاؤ گے۔ اور خدا ہر ایک قدم پر تمہارے ساتھ ہو گا۔ اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سُنو اور چُپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو۔ تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جائے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل اُن کے خوف سے پگھل جاتے ہیں، اُن ہی کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ اور وہ اُن کے دُشمنوں کا دُشمن ہو جاتا ہے۔ دُنیا صادق کو نہیں دیکھتی۔ پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اپنے ہاتھ سے اُس کو بچاتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچے دِل سے تم سے پیار کرتا ہے اور سچ مچ تمہارے لئے مرنے کو بھی تیار ہوتا ہے اور تمہارے منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے اور تمہارے لئے سب کو چھوڑتا ہے، کیا تم اُس سے پیار نہیں کرتے؟ اور کیا تم اُس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے؟ پس جبکہ تم انسان ہو کر پیار کے بدلہ میں پیار کرتے ہو پھر کیونکر خدا نہیں کرے گا؟ خدا خُوب جانتا ہے کہ واقعی اُس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدّار اور دُنیا کو مقدم رکھنے والا ہے۔ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کر کے دِکھلائے گا۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۰)

تبرکات

جلسہ سالانہ کا مقصد خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنا ہے

دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس مقصد کے حصول کے سامان ہماری زندگی میں پیدا کر دے

جلسہ کے ایام میں خصوصیت کے ساتھ نوعِ انسانی کو ہلاکت سے بچانے کی دُعائیں کریں!

خطبہ جمعہ سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرمودہ ۱۸ فتح ۱۳۶۰ ہش بمطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۸۱ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

"ہمارا یہ بابرکت جلسہ اپنی تمام برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ اور اپنی تمام ذمہ داریوں کے ساتھ آگیا۔ ان ذمہ داریوں کی طرف میں اس وقت توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

سب سے بڑی ذمہ داری احمدی کی، خاص طور پر جلسہ کے ایام میں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی ہے۔ الٰہی سلسلوں میں سارے ہی ایک درجہ کے بلند مقام پر فائز نہیں ہوا کرتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝

(الانعام آیت: ۱۳۳)

کہ اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو، وہ اس کے علم میں ہے اور اپنے عمل کے نتیجہ میں عمل کے مطابق درجہ، درجہ دیتا چلا جاتا ہے۔ بہت بلند اخلاق کے بھی ہیں پھر درجہ بدرجہ نیچے جاتے کئی رنگ میں اخلاقی اور روحانی جو ہمیں الٰہی سلسلوں میں نظر آتے ہیں۔ اس کے مطابق درجات بٹی ہوئی ہوتی ہے وہ قوم جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے والی اور خدا تعالیٰ کے لئے جان نثار اور ایثار کا نمونہ دکھانے والی ہوتی ہے۔ اور الٰہی سلسلوں میں ایک گروہ منافقوں کا بھی لگا رہتا ہے ساتھ۔ پھر ان لوگوں کا نہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں منافق تو نہیں کہا، مگر فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کہا ہے کہ بہت سے پہلو صحت مند بھی ہیں اور بعض بیماریاں بھی ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ بیماری کا جب اعلان ہو تو اس سے مراد موت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ مراد ہوتی ہے کہ صحت کے حصے بھی ہیں۔ صحت مند پہلو بھی ہیں۔ اور کمزور اور بیمار پہلو بھی ہیں۔ ایسے لوگوں سے بھی نفرت کرنے کا حکم نہیں۔ پیار ان سے کیا نہیں جا سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ راہ نکالی کہ پیار کے قابل نہیں یہ لوگ، نفرت کا مقام نہیں ان کا۔ اس لئے جو بلند درجات والے ہیں، جو اچھے اخلاق والے ہیں، جو اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والے ہیں، جنہوں نے روحانی رفعتوں کو حاصل کیا ہے، اُن کی یہ ذمہ داری ہے کہ جو کمزور ہیں اُن کے لئے دُعائیں کریں کہ جن نعمتوں سے کمزور محروم ہیں اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں میں ایسے سامان پیدا کر دے کہ وہ کمزوریاں اُن کی، وہ بیماریاں اُن کی، وہ نفاق اُن کا دُور ہو جائے۔ اور جس طرح اکثریت اپنی استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اپنی دُعاؤں سے جذب کر کے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کرنے والی ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والے بن جائیں۔ اور سب کے ساتھ ملتے چلے جائیں۔

جلسہ سالانہ کے موقع پر خاص طور پر یہ دُعا کرنی چاہیئے کہ ہم میں سے جو کمزور ہیں، وہ کسی کمزوری کے نتیجہ میں جماعت کی بدنامی اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب کو حاصل کرنے کا باعث نہ بن جائیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کی عظمتوں کا احساس اُن کے دل میں پیدا کرے۔ اور اس احساس کے نتیجہ میں اُن کے دلوں میں ایک نیک تبدیلی پیدا ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہوں پر وہ چلنے لگیں۔ اور جن بشارتوں کا ذکر جماعت احمدیہ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اُن بشارتوں سے وہ حصہ لینے لگ جائیں۔

کوئی نیکی اُس وقت تک انسان کر نہیں سکتا جب تک وہ جو حقیقی اور کامل نیک ہے، سبوح اور قدوس ہے، اپنی طرف سے ایسے سامان نہ پیدا کر دے کہ انسان نیکی کرنے کے قابل ہو جائے۔ اس لئے ہر آن ہر وقت خصوصاً ان دنوں میں یعنی جلسہ کے ایام میں، انتہائی عاجزی کے ساتھ اور حقیقتاً خود کو محض لاشی سمجھتے ہوئے دُعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کریں۔ اور دُعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر موقع پر، ہر آن، ہر لحظہ ہماری ہدایت کے سامان کرتا چلا جائے۔ اور فرشتے ہماری مدد کو اُتریں۔ اور خدا کے نام کو بلند کرنے کے لئے جو یہ جلسہ قائم کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اس مقصد کے حصول

کے سامان ہماری زندگی میں پیدا کر دے۔

مہمانوں کی آمد آمد تو شروع ہو چکی ہے۔ اس وقت میرے سامنے بہت سے غیر ملکی مہمان بھی بیٹھے ہیں۔ اپنے پاکستانی بھی، جو مجھے بہت زیادہ کثرت سے مجھے نظر آ رہے ہیں۔ گہما گہمی ہے۔ یہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ربوہ اپنے کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے نظر میں نہیں آتا۔ اور باہر سے آنیوالے میرے پیارے بھائی جو ہیں ان کی شکلیں ہی میری نظروں کے سامنے آتی ہیں۔ لیکن میں اہل ربوہ کو کہوں گا کہ اگرچہ تمہاری شکل میری آنکھ نہیں پکڑتی۔ مگر میرے دل سے تم کبھی غائب نہیں ہوتے۔ میں ہمیشہ تمہارے لئے دعا کرتا رہتا ہوں اسی طرح ہر اس احمدی کے لئے جو دنیا کے کونے کونے میں بسنے والا ہے۔

اور ان ایام میں چونکہ قبولیتِ دعا کے بہت سے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں، اس لئے نوعِ انسان کی بھلائی کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں انسان، مہذب انسان، طاقتور انسان، سائنس میں آگے بڑھنے والا انسان، ایجادات کرتے کرتے آسمانوں کی رفعتوں کو چھو لینے والا انسان، ہلاکت کے گڑھے کی طرف بھی حرکت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اس ہلاکت سے جس کے لئے وہ خود کوشاں ہے، محفوظ رکھے۔ اور اس کے ہاتھ کو جو ہلاکت کا سامان پیدا کرنے والے ہیں خدا کے فرشتے پکڑ لیں اور کہیں کہ نہیں ایسا نہیں کرنا۔ ہاتھوں سے وہ کام لو جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہاتھ دیئے ہیں۔ اپنی ہلاکت کے سامان پیدا نہ کرو۔ دوسروں کی ہلاکت کے سامان پیدا نہ کرو۔ تاکہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپؐ کے احسان سے انسان فائدہ اٹھا کر ایک ایسا معاشرہ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ جس معاشرہ کے پیدا کرنے کے لئے یہ زمانہ آگیا ہے کہ نوعِ انسانی امتِ واحدہ ایک خاندان ہو جائے۔ اور ہر قسم کے دکھ دور ہو جائیں۔ اور اگر دکھ کسی کو کہیں کسی جگہ پہنچے بھی تو سارے انسان اس کو دور کرنے کی کوشش میں لگیں اور غمخوار بنیں ایک دوسرے کے۔ انسان جس غرض کے لئے پیدا کیا گیا۔ یعنی مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ وہ غرض پوری ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق نوعِ انسانی کا پیدا ہو جائے۔ کہ جن کا نہ پیدا ہو یہ تعلق، خدا تعالیٰ جو رب کریم اور مہربان ہے اس سے، وہ گنتی کے چند رہ جائیں۔ جو شمار میں نہیں آتے۔

اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو ہماری زندگی میں اپنے فضلوں سے پورا کرے۔ ہم عاجز اور کمزور انسان اپنے اعمال کے ساتھ اس چیز کو حاصل نہیں کر سکتے۔ لیکن جہاں اس کی رحمانیت نے اپنے جلوؤں سے نیک اور بد، مومن اور کافر کی جھولیاں بھر دیں، وہاں یہ سامان بھی پیدا کرے کہ اپنی رحیمیت کے نتیجہ میں جو انعام وہ دینا چاہتا ہے، اس کا حقدار بن جائے انسان۔ اور اس کے قرب میں اس دنیا میں جو جنت پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ پیدا ہو جائے۔ اور ہمارے جلسے کی غرض پوری ہو۔ اور اس غرض کو قائم رکھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ برکتوں کے ساتھ آنے والے جلسے آیا کریں۔ اور ہمارے لئے خوشی کا سامان پیدا کیا کریں۔"

(منقول از الفضل ربوہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۸۱ء)

دُعا کرو

دُعا کرو کہ سَروں پر رہے وُہ ابرِ کرم
دِلوں میں نُور کی جو کھیتیاں اُگاتا ہے

دُعا کرو کہ نہ گہنائے تا اَبد وُہ چاند
جو ظلمتوں میں دیئے پیار کے جلاتا ہے

دُعا کرو وُہ شجر عُمر بھر رہے قائم
وہ جس کے سائے میں ہر شخص چین پاتا ہے

دُعا کرو کہ نہ آنچ آئے اس کے سر پہ کبھی
جو سب کو پیار سے اپنے گلے لگاتا ہے

دُعا کرو وُہ خزانہ کبھی نہ ہو خالی
جو غم نصیب غریبوں کے کام آتا ہے

دُعا کرو کہ وُہ پرچم سدا بلند رہے
خدا کے دیں کی طرف جو ہمیں بلاتا ہے

ثاقب زیروی

مسجد بشارت سپین میں تاریخی خطبہ جمعہ

آج کا دِن تمام دُنیا کے احمدیوں کیلئے بے انتہا خوشیوں کا دِن ہے

یہ عام دُنیا کی مسجد نہیں، ایسے آنسو بھلا کس مسجد کو نصیب ہوئے ہیں؟

رو رو کر دُعائیں کریں کہ سپین میں وہ رُوحیں پیدا ہوں جو اسلام کے لئے انقلاب کا پیغام لیکر آئیں

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ مورخہ ۱۰ تبوک ۱۳۶۱ ہش مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء بمقام مسجد بشارت پیدرو آباد سپین

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

"کیمرے والے اگر اپنا جمعہ خراب کرنا چاہتے ہیں تو باہر چلے جائیں۔ باقی دوستوں کا بھی جمعہ خراب نہ کریں۔ یہ چیز فائدے کی بجائے بدعت اور بدرسم کا موجب بن گئی ہے۔ اس کو بند کریں آپ۔ دوست بیٹھ جائیں۔ جنہوں نے جمعہ پڑھنا ہے وہ آرام سے بیٹھ کر جمعہ پڑھیں۔"

پھر فرمایا:۔

"آج کا دن تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے اور خصوصاً اُن کے لئے جو آج اس مبارک تقریب میں شامل ہیں

بے انتہا خوشیوں کا دِن

ہے۔ اور دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھرے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ خوشیاں عام دنیا کی خوشیوں سے کس قدر مختلف ہیں! ان خوشبوں کا اظہار بھی ایک بالکل انوکھا اور اجنبی اظہار ہے۔ یہ خوشیاں ایک مقدس غم بن کر ہمارے دل و دماغ پر چھا گئی ہیں۔ یہ خوشیاں حمد کے آنسو بن کر ہماری آنکھوں سے بہتی ہیں۔ دنیا کی خوشیوں سے ان خوشیوں کو کوئی تعلق نہیں۔ دنیا کی خوشیوں کو ان خوشیوں سے کوئی نسبت نہیں۔

سب سے پہلے اس موقعہ پر مجھے ایک یاد ستا رہی ہے۔ اس وجود (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نور اللہ مرقدہٗ ناقل) کی یاد جو آج ہم میں نہیں۔ جو سب سے زیادہ اس بات کا حقدار تھا کہ آج یہ جمعہ پڑھاتا۔ اور آج اس تقریب کا آغاز کرتا۔ اس کی وہ بے قرار دعائیں جن کی قبولیت کا پھل ہم آج کھانے لگے ہیں۔ وہ دعائیں جنہوں نے سپین کی تقدیر کی کایا پلٹی۔ جنہوں نے اہل سپین کو نئی آزادی نصیب کی۔ اور اسی آزادی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس مسجد کی تعمیر کی توفیق بخشی۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا تھا یہ بھی ایک خوشی کا وقت ہے آپ کی یاد بھی ایک خوشی کی یاد ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں اور اپنے رب کے حضور التجا کرتے ہیں کہ آج آپ کی روح سب سے زیادہ ایسے نظاروں سے لذت یاب ہو رہی ہوگی۔

مسجدوں کی تعمیر ایک بہت ہی مقدس فریضہ ہے۔ لیکن جو مسجدیں ہم بنا رہے ہیں یہ کوئی ایسا واقعہ نہیں جیسا کہ عام طور پر دنیا میں ہوتا ہے۔ ان مسجدوں کے پس منظر میں

لمبی قربانیوں کی تاریخ

ہے۔ یہ کچھ امیر لوگوں کی وقتی کوشش یا جذباتی قربانی کا نتیجہ نہیں۔ کچھ ایسے لوگوں کی جن کو خدا نے زیادہ دولت بخشی ہو اور وہ نہ جانتے ہوں کہ کہاں خرچ کرنی ہے۔ بلکہ خصوصاً اس مسجد کے پیچھے تو ایک بہت ہی لمبی، گہری، مسلسل قربانیوں کی تاریخ ہے۔ اور اس موقعہ پر اگر ہم ان کو یاد نہ کریں اور ان لوگوں کو اپنی دعاؤں میں شامل نہ کریں جو اس مسجد کے پس منظر میں خاموشی سے کھڑے انکسار کے ساتھ اپنے رب کے حضور دعا گو نظر آ رہے ہیں، تو یہ ناشکری ہوگی۔ میری مراد

برادرم مکرم کرم الٰہی صاحب ظفر اور اُن کے خاندان کی قربانی

ہے۔ ایک لمبا عرصہ ان خاندان نے سپین میں دن رات احمدیت کی خدمت کے لئے کوشش کی۔ ایسے وقتوں میں جب کہ یہاں کی حکومت اتنی متشدد اور سخت تھی کہ دوسرے عیسائی فرقوں کو بھی اجازت نہیں تھی کہ وہ یہاں تبلیغ کرتے۔ اس زمانے میں جبکہ کوئی ذریعہ نہیں تھا جماعت کے پاس ان کی مدد کا۔ مالی حالات کی تنگی بھی تھی۔ اور قوانین کی روک بھی رستے میں حائل تھی۔ اور ممکن نہیں تھا کہ اُن کو سلسلہ کسی قسم کی مدد دے سکتا۔ انہوں نے ایک خاص جذبہ قربانی میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس قربانی کو قبول فرمایا۔ آپؓ نے قبول فرمایا اور اللہ کی محبت کی نظر نے بھی قبول فرمایا اور آج اس قربانی ہی کا ایک پھل ہے کہ ہم اس کی شیرینی سے لذت یاب ہو رہے ہیں۔

بہت عرصہ پہلے مجھے سپین میں آنے کا موقع ملا اور میں نے اپنی آنکھوں سے وہ نظارہ دیکھا جو ہمیشہ کے لئے میرے دل پہ نقش ہوگیا۔ ایک معمولی چھوٹی سی ریڑھی تھی جس پر خود عطر بنا کر، وہ عطر بیچ کر اپنا گزارہ بھی کرتے تھے۔ اور تبلیغ کا کام بھی کرتے تھے۔ ۱۹۵۷ء کی یہ بات ہے۔ مجھے اور برادرم عزیزم میر محمود احمد صاحب کو یہاں آنے کا موقع ملا۔ وہ ایسی ریڑھی تھی جس کو بعض دفعہ رکھنے کی جگہ بھی میسر نہیں آتی تھی۔ دشمنوں کو پتہ چلتا تھا تو اس کو توڑ جاتے تھے۔ بعض رحمدل دکاندار بعض دفعہ ان کو جگہ دے دیتے تھے۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ جگہ چھوڑ کر کوئی اور جگہ تلاش کرنی پڑتی تھی۔ طریق تبلیغ یہ تھا کہ وہی عطر بیچ کر اپنا گزارہ بھی کرتے تھے اور اس سے بچی ہوئی رقم اپنی طرف سے، وہ لٹریچر کے لئے پیش کیا کرتے تھے۔ ایسے وقت بھی آئے جب کہ اُن کے گھر پر بھی حملے ہوئے۔ وہ جو بورڈ لگا ہوا تھا اس کے اُوپر پتھروں کے نشان ہم نے خود دیکھے۔ چھپ چھپ کر اصحاب کہف کی طرح وہ ابتدائی احمدی، جنہوں نے ان مخالفانہ حالات میں احمدیت کو اور اسلام کو قبول کیا، وہ اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ دشمن مخبری کرتے تھے۔ لوگ حملہ کر کے آتے تھے۔ اور وہ بڑی مصیبت اور بڑی مشکل سے اپنی عزتیں اور جانیں بچاتے تھے۔ عطر کے ساتھ انہوں نے ایک چھوٹا سا سپرے پمپ رکھا ہوا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو انہوں نے ہمیں بتایا کہ دیکھو! اس طرح تبلیغ کرتا ہوں۔ پمپ سے سپرے کرتے تھے اور کچھ لوگ اکٹھے ہو جاتے تھے شوق اور تعجب میں۔ مشرقی قسم کی خوشبو سے ویسے بھی ایک خاص دلچسپی پیدا ہو جاتی تھی۔ اور سپرے کرتے ہوئے اس وقت جو ہم نے نظارہ دیکھا وہ یہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو! یہ کتنی اچھی خوشبو ہے۔ لیکن یہ خوشبو تو زیادہ دیر تمہارے ساتھ نہیں رہے گی۔ یہ تو کپڑوں میں رچ بس کے بھی آخر دُھل کر ضائع ہو جائے گی۔ ایک دو دن، چار دن کی بات ہے، میرے پاس ایک اور عطر بھی ہے۔ ایک ایسا عطر

جس کی خوشبو لافانی ہے،

وہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اس دنیا میں بھی تمہارا ساتھ دے گی۔ اور اُس دنیا میں بھی تمہارا ساتھ دیگی۔ اگر چاہتے ہو کہ اس خوشبو کے متعلق مجھ سے کچھ معلومات حاصل کرو تو یہ میرا کارڈ ہے۔ جب چاہو آ جاؤ۔ مجھے ملو اور میں تمہیں بتاؤں گا کہ وہ خوشبو کیا ہے، اور کیسے حاصل کی جاتی ہے۔ بہت سے لوگ وہ کارڈ لیتے تھے۔ کچھ عطر خرید کر الگ ہو جاتے تھے۔ اس طرح تبلیغ کے رستے نکلتے تھے۔ پس یہ ساری وہ قربانیاں ہیں جو اس موقعہ پر از خود مجھے یاد آ رہی ہیں۔ اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جماعت کو بھی ان سے آگاہ کروں۔ اور اس طرف توجہ دلاؤں۔ کہ اپنی دعاؤں میں ان کو نہ بھولیں۔

ایک دو ماہ پہلے کی بات ہے، ایک شخص نے بڑا ہی متاثر کن خط لکھا اور اس میں ان کے یعنی برادرم مکرم الٰہی صاحب ظفر کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے جس سے

میرا دل پھٹ گیا

اس کو اپنے علم کا زعم تھا۔ اس کو خیال تھا کہ ان کا علم کچھ نہیں۔ اس کو اپنی شکل و صورت کا زعم تھا اور خیال تھا کہ اس کے مقابل پر ان کی شکل و صورت کچھ نہیں۔ لیکن بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو دُنیا کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے، لیکن اللہ کے پیار اور محبت کی نظریں ان پر پڑتی ہیں۔ میرا دل غم سے پھٹ گیا۔ اور استغفار کی طرف اس کے لئے مائل ہُوا۔ اور ساتھ ہی مجھے وہ واقعہ یاد آگیا جبکہ مدینہ کے بازار میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک غلام کو بیچ رہے تھے۔ وہ ایسا غلام تھا جس کے کپڑوں میں سے بدبُو آتی تھی۔ دن بھر کی محنت اور مشقت سے پسینہ سے شرابور اور آلودہ لباس میں وہ ملبوس تھا۔ انسان اس کی بدصورتی کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے۔ کوئی اس کو اپنی لڑکی دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وہاں سے گزر ہُوا۔ آپ نے اپنی الٰہی بصیرت سے اس کے دل کی کیفیت کو بھانپ لیا۔ اور پیچھے سے جاکر پیار سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے جس طرح بعض دفعہ مائیں بچوں کی آنکھوں پر ہاتھ رکھتی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ بتاؤ میں کون ہوں؟ وہ جانتا تھا اور یقیناً جانتا تھا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سوا کوئی ایسا حسین اخلاق کا مالک نہیں جو مجھ سے اپنے پیار کا اظہار کرے۔ لیکن اس کی زندگی میں ایک ایسا عجیب موقع تھا کہ وہ اس کو ضائع نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ جان بُوجھ کر، پہچاننے کے باوجود اپنے جسم کو حضور اکرمؐ کے جسم سے رگڑنا شروع کیا۔ اپنے ہاتھوں کو آپ کے جسم کے زیروبم پر پھیرنا شروع کیا۔ اور بہت ہی پیار کا اظہار جس طرح بعض دفعہ بلّی، آپ نے دیکھا ہے، لحاف میں گھس کر پیار کرتی ہے۔ اور اپنے بدن کو رگڑتی ہے انسان کے ساتھ۔ اس طرح اس نے

اظہارِ محبّت

شروع کر دیا۔ پھر جب حضورؐ نے پوچھا بتاؤ میں کون ہوں؟ اس نے کہا، یا رسول اللہ! آپؐ کے سوا ہو کون سکتا ہے۔ آپؐ ہی تو ہیں۔ تب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، میں ایک غلام بیچتا ہُوں۔ ہے کوئی لینے والا؟ اُس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کون خریدے گا۔ لوگوں کی نفرت کی نگاہیں مجھ پر پڑتی ہیں۔ اور شدّت نفرت سے لوٹ جاتی ہیں واپس دیکھنے والے کی طرف۔ مجھ پر ٹھہر نہیں سکتیں۔ مجھے کون خریدے گا؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، تمہارا ایک گاہک ہے۔ میرا آقا۔ میرا خُدا تمہارا گاہک ہے۔

پس بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو دُنیا کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے دُنیا کی نگاہیں حقارت سے اُن کو دیکھتی ہیں۔ تَزْدَرِیْٓ اَعْیُنُکُمْ جیساکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لیکن جنہوں نے اپنا سب کچھ خدا کے لئے پیش کر دیا،

اللہ کے پیار کی نگاہیں

ان پر پڑا کرتی ہیں۔ ہمیں دُعا کرنی چاہیئے کہ اللہ کے پیار کی نگاہیں ان سب قربانی کرنے والوں کے دل پر پڑیں، ان کے چہروں پر پڑیں، ان کے جسم کو اس سے مس کریں۔ جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں سپینؔ میں تبلیغ کی راہ میں قربانیاں پیش کی ہیں۔ ان کی اولاد بھی ساری اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے، خدا کے فضل سے۔ انتہائی انکسار کے ساتھ خدا کی راہ میں مٹی ہو کر انہوں نے خدمت کی۔ بیٹے کیا اور بیٹیاں کیا۔ ماں کیا اور باپ کیا۔ سارا خاندان لگا ہُوا ہے۔ کسی نے ایک لفظ نہیں کہا کہ ہماری اتنی اتنی خدمتیں ہیں۔ ہمیں کیوں نمایاں مقام نہیں دیا گیا۔ ہم سے کیوں یہ سلوک نہیں کیا گیا۔ یہ وہ جذبہ ہے۔ یہ وہ رُوح ہے جو واقفین میں ہونی چاہیئے۔ اور ہمیں دُعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس رُوح کو ہر واقف کے دل میں زندہ کر دے۔ اور جگہ جگہ بستی بستی ہمیں اس قسم کی رُوح کے واقفین میسر ہوں۔ کیونکہ کام بہت ہے اور آدمی تھوڑے ہیں۔ طاقت بہت کم ہے۔ مقابل پر دشمنوں کی تعداد کیا اور ان کی مالی قوتیں کیا اور اُن کی سیاسی قوتیں کیا۔ بے انتہا ایسی ناقابلِ عبور چوٹیاں نظر آتی ہیں پہاڑوں کی، جن کا سر کرنا انسان کے بس میں نظر نہیں آتا۔

پھر اسی سلسلے میں دُعا کی تحریک کرتا ہوں اپنے بھائی

عزیزم میر محمود احمد صاحب اور ان کی بیگم

کے لئے بھی، اپنی ہمشیرہ عزیزہ امۃ المتین کے لئے۔ انہوں نے دن رات بے حد محنت کی۔ جب یہ آئے تو ان کو اکرم کا صرف ایک چھوٹا سا گھر ملا تھا۔ اور بے حد محنت کی ضرورت تھی۔ بہت سے کاموں کی ضرورت تھی۔ میری ہمشیرہ نے مجھے بتایا کہ بعض دن رات کے تین بجے مجھے سونے کا موقع ملتا تھا لیکن میں شکر کرتی تھی اللہ تعالیٰ کا اور سمجھتی تھی کہ یہ بڑا خوش نصیب ہو گیا ہے۔ خاموشی کے ساتھ یہ خدمتیں کیں ان لوگوں نے۔

پھر انگلستان کی جماعت ہے۔ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب اور ان کے ساتھی وہاں آتے رہے۔ بے حد کوشش ہوئی ہے ان کے پیچھے۔ اور دُنیا کو ہر طرف ایک عمارت نظر آتی ہے کھڑی ہوئی۔ اور سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی مسجد ہے جیسی سینکڑوں، ہزاروں دُنیا میں بن رہی ہیں۔ مگر یہ ایسی مسجد نہیں۔ آج کی دُنیا میں ایسے آنسو سجدوں میں بہائے گئے ہیں مسجد کو نصیب ہوئے ہیں جیسے اس کو نصیب ہوئے ہیں۔ جو قربانیاں کس کے پس منظر میں جلوہ گر ہیں؟ جو اس مسجد کے پس منظر میں جلوہ گر ہیں۔ ہرگز دُنیا کی مساجد کو اس مسجد سے کوئی نسبت نہیں۔

ان دُعاؤں کے ساتھ میرا ذہن اہلِ مغرب کی طرف ہی منتقل ہوتا ہے۔ جو دُعاؤں کے بہت محتاج ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مسجد سے کچھ نہیں بنے گا۔ بستی بستی مسجد بنانے کی ضرورت ہے

قریہ قریہ اذان

دینے کی ضرورت ہے۔ خدا کا نام بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ اتنا شرک پھیلا ہُوا ہے اتنی تباہی مچائی ہوئی ہے شرک نے کہ انسان ششدر و حیرت رہ جاتا ہے کہ آج کل کا باشعور انسان اتنا بھی گر سکتا ہے اور ملوث ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جو اپنی پیشگوئی میں اس قوم کو اپنے دجال کے طور پر بیان فرمایا جس کی دائیں آنکھ اندھی اور بائیں آنکھ روشن ہے۔ اس سے بہتر فصاحت اور بلاغت کا ایک جملہ تصور میں نہیں آ سکتا۔ جس نے ان قوموں کی ساری تصویر کھینچ کے رکھ دی ہے۔ ایک طرف دُنیا کی آنکھ ہے اتنی تیز نظر ہے کہ پاتال کی خبر لاتی ہے۔ اور دُوسری طرف دین کی آنکھ ہے جو اتنی اندھی ہے کہ جگہ جگہ شرک کا گہوارہ بنا ہُوا ہے۔ خدا کی عبادت ہی ایک عبادت ہے جس سے یہ غافل ہیں۔ باقی ہر دُوسری چیز کی عبادت ہو رہی ہے۔ لہو و لعب کی عبادت ہو رہی ہے بتوں کی عبادت ہو رہی ہے۔ دجل کی عبادت ہو رہی ہے۔ صرف ایک خدا ہے جس کی عبادت نہیں ہو رہی تھی۔ ان سب کی

تقدیر بدلنی ہے

ایک مسجد تو کافی نہیں۔ اور پھر ایک ایسی مسجد سے کس طرح تقدیر بدلی جائے گی جس کے لئے نمازی پیدا نہ ہوں۔ بے انتہا کام کی ضرورت ہے۔ بے انتہا قربانیوں کی ضرورت ہے۔ بے حد واقفین کی ضرورت ہے۔ بے حد مالی قوت کی ضرورت ہے۔ اور ہم جب اپنے اُوپر نظر کرتے ہیں تو بہت ہی کمزور اور حقیر اور بے بس اپنے آپ کو پاتے ہیں۔

یورپ کے دورے میں ان خیالات میں مگن ہوتے ہوئے میں سوچتا رہا۔ اور میری فکر بڑھتی گئی۔ ان معنوں میں نہیں کہ مجھے مایوسی کی طرف لے جائے۔ بلکہ ان معنوں میں کہ دُعا کی طرف اور زیادہ، اور بہت زیادہ مائل کرتی رہی۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ ساری مشکلات ایک طرف لیکن ہمارے رب کی ایک نظر ایک طرف، وہ ان سب مشکلات کو محض دھوئیں کی طرح اُڑا سکتی ہے۔ وہ اس طرح غائب کر سکتی ہے جیسے روشنی کے ساتھ اندھیرے غائب ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں کسی کوشش کا دخل نظر نہیں آتا۔ اس لئے دُعاؤں کی طرف توجہ بڑھتی رہی۔ لیکن ساتھ ہی میں نے بڑے غم اور دُکھ کے ساتھ یہ بھی محسوس کیا کہ جماعت کے ایک طبقہ میں ابھی پوری طرح قربانی کا وہ احساس نہیں جو ان مشکلات کے مقابل پر ہونا چاہیئے۔ بہت سی جگہ بہت کوشش اور محنت کے ساتھ فہرستیں تیار کروائی گئیں۔ چندہ دہندگان کی تجنید کروائی۔ مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب نے اس سلسلے میں میری بڑی مدد کی اور یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ بعض جگہ پچاس فیصدی سے زائد ایسے احمدی ہیں جو ایک آنہ بھی چندہ نہیں دے رہے۔ دُنیا کے لحاظ سے اُن کی کایا پلٹ چکی ہے۔ وہ اَور ماحول میں بسا کرتے تھے کسی وقت، اب اَور ماحول میں پہنچ چکے ہیں۔ کوئی نسبت ہی نہیں خدا تعالےٰ کے ظاہری فضلوں کے ساتھ اُس زندگی کو جو وہ پہلے بسر کر رہے تھے۔

مگر کثیر ان فضلوں کو بھلا کر وہ خدا تعالیٰ کے دین کی ضرورتوں سے غافل ہو کر محض اپنی ضرورتوں میں ہی۔ اور ان کے پورا کرنے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور بہت دکھ پہنچا۔

پھر ان لوگوں کی فہرستوں کا مطالعہ کیا جو چندہ دیتے ہیں۔ ایک حصہ اُن میں ایسا پایا جن کو خدا نے بہت کچھ دیا۔ لیکن مقابل پر بہت تھوڑا پیش کرتے ہیں۔ وہ پیش نہیں کرتے جس سے ان کو محبت ہے۔ وہ پیش کرتے ہیں جو وہ زائد از ضرورت سمجھ کر پھینک سکتے ہیں۔ ان کو میں نے بتایا کہ دیکھو! قرآن کریم تو فرماتا ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵

(آل عمران : ۹۳)

کہ ہر گز تم نیکی کو نہیں پا سکو گے جب تک وہ کچھ خرچ نہیں کرو گے جس سے تمہیں محبت ہو۔ تم تو خدا کی راہ میں وہ دے رہے ہو جس سے تمہیں محبت نہیں۔ وہ زائد چیز ہے جو تم پھینک بھی سکتے ہو۔ تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا اس سے۔ تمہارے روز مرہ کے دستور پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے اس کو کیوں ضائع کرتے ہو۔

تقویٰ سے کام لو۔

اگر قربانی کی توفیق نہیں تو چھوڑ دو اس راہ کو۔ لیکن خدا تعالیٰ سے سچائی کا معاملہ کرو۔ تب وہ تم سے سچائی کا معاملہ کرے گا۔ رجوع برحمت ہوگا۔ پھر رازق سے ڈرنا۔ رازق کو دیتے ہوئے ڈرنا، اس سے بڑی بیوقوفی کوئی نہیں۔

اسی طرح سفر کے دوران ایک موقع پر بعض دوستوں کے حالات کے متعلق دیکھ کر بہت ہی دکھ پہنچا۔ بہت ہی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمائے۔ لیکن مقابل پر کسی قسم کی کوئی قربانی نہیں۔ اس پر مجھے وہ واقعہ یاد آگیا۔ ہمارے ایک

سی۔ایس۔پی کے افسر

ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ وہ مصر گئے تو قاہرہ میں ایک جنازہ جا رہا تھا۔ اور جنازے کے ساتھ صرف چار آدمی تھے۔ جنہوں نے اس جنازے کو اٹھایا ہوا تھا۔ اور دیکھنے میں وہ بوجھل جنازہ معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ ان کے دل میں بہت ہمدردی پیدا ہوئی ان کے لئے۔ اور ایک شخص کو، جا کر انہوں نے ہٹا کر کندھا دینے کی کوشش کی۔ انہوں نے زور مارا۔ وہ آگے سے دھکے دینے لگا ان کو۔ یہ بڑے متعجب کہ میں تو اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں، لیکن یہ سنتا ہی نہیں۔ آخر ہمدردی کا جذبہ اتنا غالب آیا کہ انہوں نے دھکا دے کر اس کو الگ کیا۔ اور خود اس کی جگہ جنازے کو کندھا دے دیا۔ کہتے ہیں میں کر تو بیٹھا لیکن پھر کوئی نہیں آیا مجھے ہٹانے کے لئے۔ عادت نہیں تھی بوجھ اٹھانے کی۔ بالکل پس گیا۔ اور قبرستان کوئی چار میل شہر سے باہر۔ کہتے ہیں اس مصیبت میں مبتلا۔ اس جنازے کو چھوڑ بھی نہ جائیں۔ زندگی اجیرن ہو گئی۔ آخر جا کر جب جنازہ قبرستان میں رکھا تو ایک مزدور جو ان میں سے لیڈر تھا، وہ کہنے مزدور! انہوں نے پیسے بلانٹنے شروع کئے۔ تو ان کا حصہ ان کو دیا۔ تب ان کو پتہ لگا کہ یہ تو مزدور تھے۔ یہ کوئی طوعی خدمت والے نہیں تھے۔ انہوں نے کہا میں تو شوقیہ خدمت کے طور پر آیا تھا۔ مجھے کیا پتہ تھا تم مزدور ہو۔ تب سمجھ آئی کہ وہ دھکے کیوں دے رہا تھا بیچارہ جس کی مزدوری انہوں نے چھین لی۔

تو مجھے خیال آیا

کہ ایک جنازے کے بوجھ میں ایک ایسا شخص جو کوئی خاص دینداری نہ ہو، اس کو اتنی ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ برداشت نہیں کر سکتا یہ نظارہ کہ صرف چار آدمی اس بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہوں۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ احمدی کہلا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر تجدید بیعت کر کے، یہ وعدے کر کے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ یہ عہد و پیمان باندھ کر کہ ہم دوبارہ اسلام کی کشتی کو پار لگانے کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے، اپنے جسموں کو بھی غرق کرنا پڑا اس راہ میں تو غرق کر دیں گے تا کہ اسلام کی کشتی کامیابی اور کامرانی کے ساتھ پار ہو سکے، اس کے باوجود دیکھتے ہیں کہ جماعت کے چند آدمی اس بوجھ کو اٹھا رہے ہیں جو لکھوکھہا کیا کروڑوں کا کام ہے کہ وہ اٹھائیں۔ اور صرف چند آدمی ہیں جو اس بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ کوئی انسانی ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں

ہوتا۔ کوئی احساس ندامت دل میں پیدا نہیں ہوتا کہ ہم بھی تو اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نے بھی تو وہی وعدے کئے تھے۔ ہم پر بھی تو احسان ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ دوبارہ اسلام کی حقیقی لذتوں سے آشنا کیا۔ اور بڑے آرام سے کھڑے اس طرح نظارے کر رہے ہیں جیسے ڈوبتی کشتی کا کوئی ساحل سے نظارہ کر رہا ہو۔ اور کوئی اس کے دل میں حس پیدا نہ ہو۔ ایسے بھی نظارے میں نے دیکھے۔ پھر ایسے نظارے بھی دیکھے

اخلاص کے اور محبت

کے، کہ جب کوئی تحریک کرتے تھے تو وہ جن پر سب سے زیادہ بوجھ تھا وہ سب سے آگے بڑھ کر اپنے جان و مال پیش کرتے تھے۔ اور بیقرار تھے کہ کسی طرح ہماری قربانیوں کو قبول کیا جائے۔ وہی ہیں احمدیت کی اصل روح۔ وہی ہیں جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ وہی ہیں جن کی تمنائیں خدا کے حضور پایۂ قبولیت جگہ پاتی ہیں۔ انہی کے رستے پر آج احمدیت کی کشتی چل رہی ہے۔ انہی کے سر پر یہ قافلہ سفر اختیار کر رہا ہے۔ اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ ایسے دوست مجھ سے پوچھتے تھے کہ بتاؤ ہم کیا پیش کریں، کس طرح پیش کریں، اور کیا چاہیئے سلسلے کے لئے۔ میں ان سے کہتا تھا ابھی نہیں۔ بعض دفعہ مجلس شوریٰ میں گفتگو ہوئی تو بیقرار ہو کر لوگوں نے پوچھا کہ بتائیں، ہم حاضر ہیں۔ جو چاہتے ہیں دیں گے۔ اس کے علاوہ انہوں نے بھی پیش کیا جو ابھی پوچھا بھی نہیں گیا تھا۔ ابھی امریکہ سے ہمارے ایک بھائی نے خط بھیج کیا۔ انہوں نے کہا جو کچھ میرا ہے سلسلے کا ہے۔ ایک دمڑی بھی میری نہ سمجھیں آپ۔ مجھے فاقے بھی کرنے پڑے تو میں گزارا کر لوں گا۔ اور میں بڑی دیانتداری سے پیش کر رہا ہوں۔ کوئی دوری نہیں۔ کوئی دوئی نہیں۔ حساب سارا لکھ کر دیا کہ یہ میرا لین دین ہے یہ میری جائیداد ہے، اس کی یہ VALUE (ویلیو) ہے۔ آئندہ یہ امکانات ہیں جس وقت جس لمحے مجھے کہا جائے گا سب کچھ چھوڑ دو، میں سب کچھ چھوڑنے کے لئے تیار ہوں ——— تو حقیقت یہ ہے کہ

مسجدوں کی بڑی ضرورت

ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے مبلغین کی ضرورت ہے۔ مگر میں ابھی کوئی تحریک نہیں کروں گا۔ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جب تک اپنے کمزور بھائیوں کو ساتھ چلنے کا موقع نہ دیا جائے ہم ابھی آگے نہیں بڑھیں گے۔ ظلم ہوگا ان پر جو محروم رہ جائیں۔ اور قافلہ کہیں کا کہیں نکل جائے ان کو چھوڑ کر۔ اس لئے کچھ وقت، میں ان کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے دینا چاہیئے۔ ان کو سمجھانا چاہیئے پیار اور محبت سے۔ ان کو بتانا چاہیئے کہ کونسی نیکیاں ہیں، کونسی سعادتیں ہیں جن سے تم محروم چلے آرہے ہو۔ جب تک یہ موقع مہیا نہ کیا جائے، اگر ہم چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں گے تو خدا کا کام ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔ یہ قافلہ تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھ جائے گا۔ لیکن یہ اور ان کی اولادیں پھر دنیا میں جذب ہو جائیں گی۔ ان کا کوئی سہارا نہیں رہے گا باقی۔ اس لئے انسانی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ساتھ شامل کیا جائے۔ اس لئے وہ سارے جو آج اس خطبے میں شامل ہیں وہ اپنے اپنے ماحول میں جا کر اس بات کے مبلغ بنیں کہ پیچھے جو کمزور ہیں، جو خدا کی راہ میں خرچ سے ڈر رہے ہیں، ان کو بتایا جائے کہ تم تو محروم ہو رہے ہو۔ نیکیوں سے بھی محروم ہو رہے ہو اور خدا کے فضلوں سے بھی محروم ہو رہے ہو۔ اس دنیا سے بھی تم محروم ہو رہے ہو جس کے پیچھے تم پڑے ہوئے ہو۔ تمہارے روپوں میں برکت نہیں رہے گی۔ تم اپنی اولادوں کی خوشیوں کو نہیں دیکھ سکو گے۔ ان سے محروم کئے جاؤ گے۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہاری لذتیں نکل جائیں گی تمہارے دلوں سے۔ اور ان کی جگہ غم اور فکر لے لیں گے۔ یہ تقدیر ہے ان احمدیوں کے لئے جو احمدیت کو چھوڑ کر دور جا رہے ہیں۔ یہی ہم نے دیکھا ہے ہمیشہ ——— اور جو

خدا کی راہ میں قربانی

کرتے ہیں اللہ ان کی قربانی رکھا نہیں کرتا۔ کون سا قربانی کرنے والا آپ نے دیکھا ہے جس کی اولاد فاقے کر رہی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاندان دیکھیں خدا نے فضل کئے ہیں۔ مگر اس وقت تک یہ فضل ہیں جب تک کوئی سمجھے کہ کس کی بناء پر ہیں۔ اگر کسی دماغ میں یہ کیڑا پڑ جائے کہ میری کوشش ہے، میری چالاکی ہے، میرے ہاتھ کا کرتب ہے تو بڑا بیوقوف ہوگا۔ یہ ان چند روٹیوں کے طفیل مل رہا ہے

جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کی راہ میں قربان کی تھیں۔ ابھی نبوت بھی عطا نہیں ہوئی تھی کہ جو کچھ تھا خدا کو پیش کر بیٹھے۔ یہ اسی کا صدقہ ہے جو کھایا جا رہا ہے۔ صرف وہی نہیں، سینکڑوں احمدی خاندان ہیں جو اسی قسم کی قربانیوں کا پھل کھا رہے ہیں۔ ان کے والدین یا ان کے ماں باپ نے بڑے بڑے مشکل حالات میں گزارے کئے۔ جو کچھ میسر تھا، جو کچھ وہ بچا سکے خدا کے حضور پیش کر دیا۔ اور آج اولادیں ہیں کہ پہچانی نہیں جاتیں۔ کہاں سے آئی تھیں۔ کہاں چلی گئیں۔ ان کے پیچھے رہنے والوں کو دیکھیں جو محروم تھے ان سب قربانیوں سے۔ اُن کی شکلیں اَور ہیں۔ ان کی عقلیں اَور ہیں، ان کے علم اَور ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے والوں کی اولادوں کو خدا نے اِتنی برکت دی۔ مگر پہچاننے کی ضرورت ہے۔ احساس کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ احساس زندہ رہے گا یہ قافلہ آگے بڑھتا رہے گا۔ اگر یہ احساس مٹ گیا اور ہم غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ یہ گویا ہماری ہی ہوشیاریوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے تو

برکتیں چھینی جائیں گی

پھر ڈرتے کس بات سے ہیں؟ خدا کی راہ میں دینے والے کبھی خالی نہیں رہے۔ رازق وُہ ہے۔ وہ تو محبت اور پیار کے اظہار کے طور پر آپ کے دلوں کو پاک وصاف کرنے کے لئے آپ سے مانگتا ہے۔ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ (محمد آیت ۳۹) قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ تو غنی ہے اسی نے تمہیں سب کچھ دیا۔ تم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو اُس نے تمہارے لئے سارے انتظام کر دیئے تھے۔ ساری کائنات کا مالک ہے۔ اس کے خزائن کبھی ختم نہیں ہوتے۔ اسی کی رحمتوں اور برکتوں کے طفیل انسان رزق پاتا ہے۔ اور رزق سے برکتیں حاصل کر سکتا ہے۔ ورنہ ایسے رزق والے بھی ہم نے دیکھے ہیں کہ دلوں میں جہنم لئے پھرتے ہیں۔ کوئی رزق ان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اُس خدا سے تعلق جوڑنے کے بعد پھر مُنہ موڑنا، یہ کہاں کی عقل ہے۔ یہ تو خودکشی ہے۔ اس لئے محبت اور پیار سے سمجھائیں — میں نے تو بارہا یہ اعلان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اتنا نہیں دے سکتا جو شرح کے مطابق ضروری ہے تو صاف کہے، اپنے حالات پیش کرے چندہ عام ہے۔ وہ خلیفہ وقت معاف کر سکتا ہے۔ اور میں کُھلا وعدہ کرتا ہوں کہ جو دیانتداری سے سمجھتا ہے کہ میں نہیں پُورا اُتر سکتا، میری شرح کم کر دی جائے۔ اس کی شرح کم کر دی جائے گی۔ لیکن

جھوٹ نہ بولیں خدا سے

یہ نہ ہو کہ خدا کروڑ دے رہا ہو اور آپ لاکھ کے اُوپر چندہ دے رہے ہوں۔ اور بتا یہ رہے ہوں کہ دیا ہی خدا نے لاکھ ہے۔ اللہ کوئی بھُول جاتا ہے، (نعوذ باللہ من ذٰلك) کہ میں نے اس کو کیا دیا تھا اور اب یہ مجھے کیا واپس کر رہا ہے۔ جس نے دیا ہے وہ تو دِلوں کے بھیدوں سے آشنا ہے۔ وہ مخفی ارادوں سے آشنا ہے۔ وہ اُن بنک بیلنسز سے آگاہ ہے جن میں روپے جاتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔ اور تسلی نہیں پاتا انسان' اور بڑھانا چاہتا ہے۔ تو جو ضرورت مند ہے اس کی ضرورتوں کی فکر کی جائے گی۔ اس کی ضرورت کا لحاظ کیا جائے گا۔ اس کو خوشی سے اجازت دی جائے گی۔ بلکہ ایسا ضرورت مند احمدی جو چندہ نہیں دے سکتا، امداد کا مستحق ہے، جماعت کا کام ہے جہاں تک ممکن ہو اس کی امداد کرے۔ لیکن خدا سے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے ایک مہلت میں دیتا ہُوں۔ اس خیال سے کہ ہمارے بھائی ضائع نہ ہوں۔ مجھے اس بات کی کوئی فکر نہیں ہے کہ خدا کے کام کیسے پُورے ہوں گے اگر میں یہ فکر کروں تو مشرک بن جاؤں گا۔ مجھے اس بات کی ہرگز فکر نہیں ہے کہ اگر کوئی احمدی ضائع ہو گئے تو ان کی جگہ اَور کیسے ملیں گے۔ ایک جائے گا تو خدا ہزاروں لاکھوں دے سکتا ہے' اس کے بدلے اور دے گا۔ مجھے فکر یہ ہے کہ ایک بھی احمدی ضائع کیوں ہو۔ کیوں ہمارا بھائی ایک اچھے رستہ پر چل کر بھٹک جائے۔ اور ہم سے ضائع ہو جائے۔ تو مجھے ان کی ذات کا غم ہے۔ اپنی جماعت کا غم تو کوئی نہیں۔ جماعت کا غم تو میرا خدا کرے گا۔ اور وہی ہمیشہ کرتا چلا آیا ہے۔ جماعت کی ضرورتیں وہی پُوری کرتا ہے۔ اور وہی پُوری کرے گا۔ اِس لئے جب تک ایک موقعہ دے کر ہم اپنے بھائیوں کو ساتھ نہ ملالیں، ایک

آرڈر نہ پیدا ہو جائے نظام کے اندر۔ سارے دوست دیانتداری اور تقویٰ کے ساتھ مالی قربانیوں کے کم سے کم معیار پر پُورے نہ اُتر آئیں۔ اگر ہم آگے بڑھیں گے تو وہی چند لوگ جو السابقون الاوّلون ہیں وہی قربانیوں کا بوجھ اُٹھاتے چلے جائیں گے۔ اور لوگوں کو پتہ بھی نہیں لگے گا کہ یہ چند آدمی ہیں صرف، ساری جماعت نہیں ہے — تو یہ دُعا بھی کرنی چاہیئے اپنے ان بھائیوں کے لئے، اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ دے۔ عقل دے۔

قُربانیوں کی ہمت اور توفیق

عطا فرمائے۔ ہماری باتوں میں تو کوئی اثر نہیں۔ جب تک خدا دِلوں کو نہ بدلے کوئی نہیں بدل سکتا۔ تو ان کے لئے دُعائیں کریں۔ اور بہت دُعائیں کریں۔

جہاں تک اس مسجد کی آبادی کا تعلق ہے، اب میں آخری بات آپ سے یہ کہنی چاہتا ہوں کہ جب سے میں سپین آیا ہُوں دل کی ایک عجیب کیفیت ہے۔ خوشیاں تو بہت ہیں مگر جیسا کہ میں نے کہا تھا یہ خوشیاں غم میں ڈھلی ہوئی خوشیاں ہیں۔ یہ عجیب وغریب بات ہے۔ آنکھوں سے بہنے والی خوشیاں ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ مسجد تو ہم بنائیں گے، اس کی آبادی کیسے ہو گی؟ اتنی مدت ہو گئی سپین میں کام کرتے ہُوئے۔ احمدی بھی ہوئے، لیکن ابھی تک ہم اتنی تعداد میں احمدی نہیں بنا سکے۔ کہ ایک احمدیہ جماعت اتنی مضبوط اور تعداد میں اتنی کثیر پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے معاشرے کی حفاظت کے لئے ایک معقول تعداد کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اکیلا اکیلا احمدی اگر ہو تو وہ ماحول میں واپس جذب ہو جایا کرتا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے جس کو آپ توڑ نہیں سکتے۔ اس لئے رفتار کا اتنا بڑھنا ضروری ہے کہ کم سے کم ضروری تعداد مہیا ہو جائے جو اقدار کی حفاظت کرتی ہے۔ اور اس تعداد کی بناء پر آگے بڑھنے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ انقلاب پیدا کرنے کے لئے بھی ایک

کم سے کم مقدار کی ضرورت

ہوتی ہے۔ یہ تو دُنیا کے ہر آدمی کو پتہ ہے کہ ایٹم بم کو پھاڑنے کے لئے بھی کم سے کم ایک وزن کی ضرورت ہے۔ اس سے کم ہو تو وہ طاقت ضائع ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ CHAIN REACTION پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس CHAIN REACTION کے لئے جتنی تعداد میں احمدیوں کی ضرورت ہے وہ ابھی تک ہمیں مہیا نہیں ہو سکے۔ کیسے مہیا ہو گی؟ اتنا ترک ہے۔ اتنا ماحول پر دُنیا کا اثر ہے۔ دہریت گھر گھر میں داخل ہو رہی ہے۔ سیاسی توجہات نے عقلوں کو اور ذہنوں کو غلط سمتوں میں مائل کیا ہُوا ہے۔ معاشرے کی آزادیاں دُنیا کی لذتیں، یہ سارے بُت چاروں طرف سے ان سوسائٹیوں کو گھیرے ہوئے ہیں۔ تو بہت فکر پیدا ہوتی ہے کہ اے خدا اس مسجد کی آبادی کا تو انتظام کر۔ میں تو یہی دُعا کرتا رہا ہوں۔

جہاں بھی گیا ہُوں

دیکھ کر ایسی بے بسی کا احساس ہُوا ہمیشہ اور پھر میں نے یہی عرض کی کہ اے خُدا! اگر توفیق ہوتی تو میں سجدے کرتے ہوئے ان راہوں پر چلتا۔ یا تیرے حضور خاک ہو کر مٹ جاتا یہاں۔ اے خُدا! تو نمازی بخش۔ تو عبادت کرنے والے عطا فرما۔ کیونکہ خالی مسجدیں بنانا تو کوئی کام نہیں۔ جب تک یہ مسجدیں خالص عبادت کرنے والوں سے نہ بھر جائیں۔ لیکن ہمارے اندر کوئی طاقت نہیں میرے رب! آپ بھی یہ دُعائیں کریں جب تک یہاں ہیں۔ سپین کی مٹی کو اپنے آنسوؤں سے تر کریں۔

ایسے آنسو بہائیں

کہ خدا کی تقدیر کی رحمتیں بارش کی طرح برسنے لگیں، اس ملک پر۔ ہر آنسو سے وہ رُجحان پیدا ہوں جو اسلام کے لئے ایک انقلاب کا پیغام لے کر آئیں۔ ہر آنسو سے ابن عربی نکلیں، ہر آنسو سے ابن رُشد پیدا ہوں۔ آج ایک ابنِ عربی کا کام نہیں۔ آج تو قریہ قریہ، بستی بستی ابن عربی کی ضرورت ہے۔

اس لئے یہ کام نہ آپ کے بس میں ہے، نہ میرے بس میں ہے۔ صرف

ہمارے آقا، ہمارے رب کے بس میں ہے۔ اور ہمارے بس میں صرف آنسو بہانا ہے۔ اور یہ ہمیں ضرور کرنا ہوگا۔ پوری گریہ وزاری کے ساتھ۔ انتہائی عاجزی کے ساتھ اور انکساری کے ساتھ روئیں خدا کے حضور۔ اور جب قطرے ٹپکیں زمین پر تو دُعا کریں کہ اے خدا! ان قطروں کو ضائع نہ ہونے دینا۔ ہر قطرے سے برکتیں پیدا ہوں۔ ہر قطرے سے وہ رُوحانی وجود نکلیں جو سپین کی تقدیر کو بدل دیں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ ہم عاجز انسان ہیں۔ ہماری طاقت اور ہمارے بس میں کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔"

خطبۂ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:—

"بعض دوستوں نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ جمعہ کے معاً بعد اجتماعی بیعت بھی ہو جائے۔ کیونکہ بہت سے ملکوں سے ایسے دوست تشریف لائے ہیں جن کو موقعہ نہیں ملتا عموماً مرکز میں حاضر ہونے کا۔ اور ان کی خواہش ہے کہ دستی بیعت یہاں ہو جائے۔ تو انشاء اللہ جمعہ کی نماز کے معاً بعد دستی بیعت ہوگی۔

ایک بات کی طرف خاص طور پر میں توجہ دلانی چاہتا تھا دعا کے سلسلے میں اور ذہن سے اُتر گئی کہ دُعا کی

قبولیت کے لئے ایک گُر

جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ہمیں بتایا ہے وہ آپ سب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ طبعاً تو یہی ہوتا ہے، عموماً لیکن CONSCIOUSLY باشعور طور پر ہر احمدی کے ذہن میں یہ بات حاضر رہنی چاہیئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دُعا کی قبولیت کا ایک راز تمہیں بتاتا ہوں پہلے خوب اپنے رب کی حمد کرو۔ اس کی محبت کے گیت گاؤ۔ اور پھر مجھ پر درود بھیجو۔ اس لئے کہ آپؐ خدا کو سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور یہی چیز ہے جو فطرتاً بھی ہمیں نظر آتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو ہوشیار فقیر ہیں وہ بعض دفعہ ماؤں سے بھی بڑھ کر بچوں کو دُعائیں دیتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ یہ اپنی محبت ہے کہ یہ بچوں کی محبت کی وجہ سے مجبور ہو جائیں گی ہمیں کچھ ڈالنے کے لئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیسے عارف باللہ تھے۔ خوب جانتے تھے ان رازوں کو۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ دُعائیں قبول کروانا چاہتے ہو تو مجھ پر درود بھیجا کرو ساتھ۔ پہلے حمد کرو اللہ کی، وہ اوّل ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ پھر جو مانگو خدا قبول فرمائے گا۔ تو اسی طریق کو اختیار کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک بچے کو جب یہ سمجھایا تو اس کے بعد وہ نماز پڑھنے کے بعد بیٹھا۔ اس نے دُعائیں کیں، حمد کی اور پھر درود بھیجے۔ وہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا چہرہ تمتما اُٹھا خوشی سے اور دیکھ کر بیار سے مجھے دیکھتے ہوئے فرمایا کہ بچے! ٹھیک کر رہے ہو، ٹھیک کر رہے ہو، ٹھیک کر رہے ہو، یہی طریق ہے دُعاؤں کا۔ تو آپ بھی دُعاؤں میں یہ بات نہ بھولنا کہ حمد کے ساتھ ہی بے اختیار دل سے درود کے چشمے بھی پھوٹ پڑیں۔ تاکہ ناممکن ہو جائے اللہ تعالےٰ کی رحمت کے لئے ان دُعاؤں کا رد کرنا۔"

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا:—

"صفیں بنالیں اور سیدھی صفیں بنائیں۔"

(منقول از الفضل ربوہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء)

قافلۂ مہدیٔ حق، حامیٔ قولِ سدید

قافلۂ مہدیٔ حق، حامیٔ قولِ سدید
سبطِ سلطان القلم، اے بحرِ عرفاں کی کلید

آنکھ کے تارے ہیں، ملت کے دُلارے بھی ہیں آپ
ابنِ فارس بھی ہیں اور روشن ستارے بھی ہیں آپ
سبطِ احمدؑ ہیں، ضعیفوں کے سہارے بھی ہیں آپ
سچ کہوں گر اذن ہو، ہم سب کے پیارے بھی ہیں آپ

مُصلحِ موعودؓ کے لختِ جگر مردِ سعید
نُورِ چشمِ سیّدہ، سیّد کے فرزندِ رشید

حق سے پاکیزہ ملا ہے نام "طاہر" آپ کو
رشک کے قابل ملا باطن و ظاہر آپ کو
علم و عرفاں سے ملا حصّہ وافر آپ کو
ہر زماں حاصل رہے نصرت ناصر آپ کو

اے نجیب الطرفین اے صاحبِ طبعِ حمید
نُورِ چشمِ سیّدہ، سیّد کے فرزندِ رشید

عاشقِ شمعِ خلافت، حامیٔ شرعِ متین
خادمِ قرآن وسُنّت، عارفِ اسرارِ دین
اے فدائے احمدیت، ملزمِ علم و یقین
نُورِ حق سے خوب تاباں آپ کی روشن جبین

اے بہی نفس کے دلبند، احمدؑ کی نوید
نُورِ چشمِ سیّدہ، سیّد کے فرزندِ رشید

عارفِ حق، خادمِ دینِ محمد مصطفےٰؐ
صاحبِ نورِ ہُدیٰ، اے بطلِ میدانِ وغیٰ
سیّدِ کونین کے ناموس پر ہر دم فدا
آپ کی نوکِ قلم باطل کو پیغامِ قضا

سبطِ سُلطان القلم، اے بحرِ عرفاں کی کلید
نُورِ چشمِ سیّدہ، سیّد کے فرزندِ رشید

حق تعالیٰ سے ملے خوشیوں سے پُر عمرِ طویل
آپ کے سر پر ہو دائم سایۂ ربِّ جلیل
کامیاب وکامراں ہوں دینِ احمد کے وکیل
حافظ وناصر ہو مولا، صاحبِ خُلقِ جمیل

قافلۂ مہدیٔ حق، حامیٔ قولِ سدید
نُورِ چشمِ سیّدہ، سیّد کے فرزندِ رشید

محتاجِ دعا:۔ خاکسار عبدالرحیم راٹھور

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

تقریر محترم مولوی دوست محمد صاحب شاہد مورخہ ۶ رنبوت (نومبر) ۱۳۶۱ ہش ۱۹۸۲ء برموقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا و امامنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ ربّ جلیل کے خلیفۂ موعود تھے جن کی نسبت ہزاروں سال قبل طالمود میں خبردی گئی [1] اور دسویں صدی ہجری کے مجدد اسلام حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رح نے "مختصر تذکرہ قرطبیہ" (صفحہ ۱۳۰) میں یہ حیرت انگیز پیشگوئی فرمائی کہ اندلس کی سرزمین مہدی موعودؑ کے زمانہ میں تکبیر کے ذریعے فتح ہوگی۔ اور اہلِ سپین مہدیؑ موعودؑ سے اسلامی شریعت کے قیام میں اعانت کے طلبگار ہوں گے۔ اور اُس وقت مہدیؑ موعود کا نائب "**ناصرِ دینِ اسلام**" ہوگا ؎

ناصرِ دین! تیری رُوحِ مقدس کو سلام
دینِ احمد کی تب و تاب بڑھادی تُو نے
دے کے سپین کو، اللہ کے گھر کا تحفہ!
ظلمتِ کفر میں اِک شمع جلادی تُو نے

یہ ہے وہ خدانما شخصیت جس کی مقدس سیرت کے سدا بہار درخت اور غیر محدود چمنستان کے چند پھول اس وقت پیش کرنا مقصود ہیں۔ انصارِ دین کی مادرِ مہربان سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداک اُمّی وابی یا رسول اللہ) کے شمائل و اخلاق کیا تھے؟ اِس سوال کا جامع مگر نہایت مختصر جواب حضرت سیدہ نے یہ دیا

"کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن" [2]

آپؐ مجسّم قرآن تھے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی پاک سیرت کا خلاصہ بھی اِن دو فقروں میں آسکتا ہے کہ **"کان عثمانَ وقتہ وخُلُقُه حُبّ محمدٍ"** (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؒ عثمانِ وقت تھے، اور آپؒ کا خُلق تھا حُبِّ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اِس اجمال کی تفصیل میں اشارۃً عرض کرتا ہوں کہ طبری۔ طبقات ابن سعد۔ اور دیگر مُستند تواریخ کی چھان بین اور شمسی کیلنڈر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ ثالث حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

[1] طالمود جوزف بارکلے باب پنجم ص ۳۷ مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۸ء۔
[2] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۴۴۴

۴/۱۴ نومبر (۶۴۴ء) کو مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور جون (۶۵۵ء) میں اپنے مولائے حقیقی کے آسمانی دربار میں حاضر ہو گئے حضرت ہشام بن محمد اور ابو معشر کے نزدیک قمری اعتبار سے آپؓ کی عمر مبارک پچھتر سال [3] تھی۔ آپؓ کا قد متوسط [4]، رنگ گندم گوں [5]، اور شکل ایسی وجیہہ [6] تھی کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریلؑ نے کہا ہے کہ اگر آپ روئے زمین پر حضرت یوسفؑ کا شبیہ دیکھنا چاہیں تو عثمان بن عفان کو دیکھ لیں [7] آپؓ کی ریشِ مبارک گھنی اور سفید تھی۔ آپؓ نے عمر بھر خضاب نہیں لگایا [8]۔ آپؓ حیا، فیاضی اور محبت و شفقت کی گویا چلتی پھرتی تصویر اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" کا مثالی نمونہ تھے [9]۔ بالفاظِ دیگر "محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں" کے خُلقِ محمدیؐ کے حقیقی معنوں میں علمبردار تھے۔ محاصرہ کے دوران جب آپؓ کو مُفسدوں کے خلاف جنگ کا مشورہ دیا گیا تو آپؓ نے کمال محبت و شفقت سے فرمایا "کیا میں اُمت کا خون بہاؤں؟ ایسا ہرگز نہ ہوگا" [10] آپؓ حافظِ قرآن [11] تھے۔ اور آپؓ کے عہدِ مبارک میں قرآن مجید کی بکثرت [12] اشاعت ہوئی۔ آپؓ تعمیرات [13] کے بہت شائق تھے [14] اور آپؓ کے زمانہ میں نہ صرف مسجدِ نبویؐ کی توسیع ہوئی بلکہ متعدد قومی عمارات [15] اور مہمان خانے تعمیر ہوئے۔ شہنشاہِ چین کا سفیر آپؓ ہی کے عہد میں چین سے مدینہ میں آیا [16] اور اسلام کے فدائی پہلی بار سپین [17] میں پہنچے گو اس کی مادی فتح اُموی بادشاہ ولید بن عبدالملک کے شہرۂ آفاق جرنیل طارق بن زیاد کے ذریعہ ہوئی۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو اپنے عہدِ خلافت کے وسطِ آخر میں انتہائی دردانگیز مصائب [18] و حوادث سے دوچار ہونا پڑا۔ حتیٰ کہ مرکزِ اسلام [19] بھی فتنوں اور ہنگاموں کی زد میں آگیا۔ اور خلیفۂ رسولؐ کی حیثیت

[3] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۸۶۔ طبقات ابن سعد۔ طبری۔
[4] مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۷۳۔
[5] درمنثور للسیوطی ج ۶ ص ۸۳۔
[6] مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۶۷۔
[7] ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ ج ۸ ص ۲۷۸۔
[8] تاریخ اشاعتِ اسلام ص ۵۲۹ (حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)
[9] طبری (حالات ۳۷ھ)

سے آپؓ کو نام نہاد مُسلمانوں کے سامنے یہ اعلان کرنا پڑا کہ میں غیر مسلم نہیں [19] مسلمان ہوں، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" [10]

حضرت عثمانؓ سے مروی ۱۴۶ احادیث میں سے دو حدیثیں خاص طور پر آپؓ کی حیاتِ طیبہ پر حاوی نظر آتی ہیں:-

اوّل: "خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه" [20] [11]

دوم: "من مات وهو يعلم انّه لا اله الّا اللّٰه [21] دخل الجنّة" [12]

یعنی تم میں بہتر وہی ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے۔ اور جس نے لا الٰہ الا اللہ کے علم پر انتقال کیا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

اگر کوئی عارف باللہ حضرت عثمانؓ کے اِن حالاتِ زندگی پر نُورِ فراست، خداداد ذہانت، ایمانی قوت اور باریک نظری سے غور کرے تو وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان حالات میں اکیس [21] ایسے ایمان افروز پہلو موجود ہیں جن میں سے ہر ایک کا عکسِ جمیل ہمارے محبوب امام عالی مقام سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی سیرت اور آپؒ کے مُبارک عہدِ خلافت کی شکل میں چشمِ فلک دیکھ چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خلافتِ ثالثہ کے ان دو تاجداروں میں ایسی گہری مماثلتیں اور مشابہتیں پائی جاتی ہیں کہ انسان سچ مچ خالقِ کائنات کی بے نظیر اور لاجواب مصوری کے اس آسمانی شاہکار پر دنگ رہ جاتا ہے۔ اور زبان ہی نہیں قلب و رُوح بھی پکار اُٹھتے ہیں ؏

دوبارہ کردئے حق نے وہ عثمانِ غنی پیدا

جولائی ۱۹۷۴ء میں جبکہ پاکستان کی نیشنل اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا، اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بھی اس سلسلہ میں اسلام آباد میں قیام فرما تھے، برادرم محمد شفیق قیصر مرحوم کی ملاقات ایم۔ این۔ اے ہوسٹل میں اسمبلی کے ایک اشتراکیت زدہ ممبر سے ہوئی۔ دورانِ ملاقات اِن صاحب نے کہا کہ میں تو خدا کے وجود کا بھی قائل نہیں تھا مگر اسمبلی میں آپ کے حضرت صاحب کو دیکھ کر اتنا ضرور سمجھ گیا ہوں کہ اس کائنات میں کوئی تو ایسی ہستی موجود ہے

[10] مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۶۳
[11] " " " " ص ۵۸
[12] " " " " ص ۶۵-۶۹

جس نے ایسا نورانی چہرہ پیدا کیا ہے۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہٗ کے کامل شبیہ اور مثیل تھے۔ اور تواریخ و روایات سے ثابت ہے آپؓ کی ذاتِ گرامی اگرچہ بے شمار خوبیوں کی جامع اور لاتعداد صفات و حسنات کی مرقع تھی مگر ان سب پر عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا والہانہ رنگ اپنی پوری شان کے ساتھ چھایا رہا۔ آپؓ کو آنحضورؐ سے بے پناہ شیفتگی اور عقیدت تھی۔ حضورؐ کی ادنیٰ تکلیف کو دیکھ کر تڑپ اُٹھتے تھے۔ اور آپؓ کی رضاجوئی کے لئے اپنی کُل کائنات نثار کرنے کو ہر وقت آمادہ رہتے تھے [13] اور یہ سب کچھ محبت و فدائیت کے اسی جذبہ کی بدولت تھا جو حضرت عثمانؓ کے مبارک وجود میں ایک بحرِ بیکراں کی طرح موجزن تھا۔ بالکل یہی کیفیت عثمانِ وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی تھی۔ آپؒ کے دل میں بھی آنحضرتؐ کا عشق بلا مبالغہ سمندروں کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپؒ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے عدیم المثال فدائی اور شیدائی تھے۔ اور آپؒ کی زندگی کی ہر حرکت و سکون اور آپؒ کی سیرت اور اخلاق و شمائل کا ہر گوشہ اور آپ کی ہر تحریر و تقریر زبانِ حال سے

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمّرم

کا اعلانِ عام کر رہی ہے۔ جیسا کہ حضورؒ نے اسی مسجد اقصیٰ میں ۱۵ ردسمبر ۱۹۷۸ء کو فرمایا:-

"پہلا پیار ہمارا اپنے ربِ کریم سے ہے اور پھر اُس سے ہے جس نے ہمارے رب کی ہمیں راہیں دکھائیں۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم .... غرض ہمارے لئے خدا اور مصطفیٰؐ ہی کافی ہیں۔ کسی اور کی ہمیں ضرورت نہیں"

(الفضل ۲۶ راپریل ۱۹۷۶ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؒ کو جو بے نظیر تعلقِ محبت تھا اس کا اندازہ حضورؒ کے اپنے پیارے الفاظ سے بخوبی لگ سکتا ہے۔ فرمایا:-

"ہم آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر دل و جان سے فدا ہیں۔ ہمارے دل آپؐ کی محبت سے لبریز ہیں۔ ہمارے وجود کا ذرہ ذرہ آپؐ کا احسان مند ہے **اگر ہمارے بچوں کو بے دریغ قتل کر دیا جائے تو اس صدمے کو تو ہم برداشت کرسکتے ہیں مگر ہم ایک لحظہ کے لئے یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ کوئی شخص ہمارے محبوب آقا**

[13] طبقات ابن سعد جلد ۳ (تذکرہ عثمانؓ)، سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۳۷۳ و جلد ۳ ص ۷، مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۸

حضرت خیر الانام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں بُرا بھلا کہے "!

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطاب فرمودہ ۷ رجون ۱۹۷۲ء صفحہ ۵)

۲۴ راگست ۱۹۷۴ء کو یعنی قومی اسمبلی کی کارروائی کے آخری دن کا واقعہ ہے کہ ۹-۱۰ بجے شب کے قریب احمدیت سے متعلق سوال و جواب کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا تو اس وقت کے اٹارنی جنرل صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے درخواست کی کہ اب آپ بھی کچھ فرمائیں۔ یہ منظر نہایت درجہ رقّت آمیز تھا حضورؒ نے قرآنِ عظیم اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ "مَیں نے اس ایوان میں پہلے دو روز جماعت کا محضر نامہ پڑھا۔ بعد ازاں گیارہ دن تک مجھ پر انتہائی سخت قسم کے سوالات کئے گئے یہ ایام شدید گرمی کے بھی تھے اور میرے لئے انتہائی مصروفیت کے بھی۔ **مجھے معلوم نہیں کہ دِن کب چڑھتا ہے اور رات کب آتی ہے۔ اِن تیرہ دنوں میں اگر کوئی شخص میرے دِل کو چیر کے دیکھ سکتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ اس میں خدا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سوا اور کچھ نہیں ہے "!**

اس تڑپا دینے والے مختصر خطاب کے بعد حضور رحمہ اللہ تعالیٰ اسمبلی ہال سے باہر تشریف لے آئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے عہدِ خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ارفع ترین اور اعلیٰ ترین شان بیان فرمائی اس کے لفظ لفظ سے **محبّتِ رسولؐ** کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ آپؒ آنحضورؐ کے ارفع ترین مقام، **مظہرِ اتم الوہیت** پر کس وجد آفریں پیرایہ میں روشنی ڈالتے ہیں :-

"ہر نبی جو دُنیا کی طرف مبعوث ہوئے اور ہر وہ بزرگ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت اور جلال کو قائم کیا وہ اپنے اپنے ظرف کے مطابق مظہرِ صفاتِ باری بنا لیکن وہ ایک ہی تھے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنہوں نے پورے طور پر اپنے وجود میں ان صفاتِ باری کو جذب کیا۔ پھر اپنے وجود سے انہیں ظاہر کیا...... یہی ایک وجود ہے جسے حقیقی اور کامل عرفانِ شئونِ باری عطا ہوا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہرِ اتم ٹھہرے "!

(عظیم رُوحانی تجلیات ص ۱-۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو **شاہِ لولاک** قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہر دو جہان میں سب سے بالا ہے۔ **لولاک لما خلقت الافلاک "!**

(اسلام مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر کا ضامن ہے "! ص ۲۷)

"اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود منصوبۂ باری تعالیٰ میں نہ ہوتا تو اس کائنات کو بھی پیدا نہ کیا جاتا..... آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک جتنے انبیاء، صلحاء، اولیاء، قطب اور بزرگ گزرے ہیں سب نے آپ سے فیض لیا ہے۔ لیکن آپ پر کسی کا احسان نہیں ہے "!

(ہمارے عقائد صفحہ ۱۵-۱۶)

شانِ محمّدیت کا دلکش نقشہ آپؒ کی زبانِ مبارک سے سُنیئے۔ فرمایا :-

"مقامِ محمدیّت عرشِ ربِّ کریم ہے اور عرشِ ربِّ کریم کے بعد کسی شئے کا تصوّر ہی ممکن نہیں ہے۔ گویا آپؐ کے بعد کسی نبی کے آنے کا سوال ہی نہیں ہے کیونکہ اس ارفع رُوحانی مقام کے بعد کوئی رفعت ممکن ہی نہیں "!

(آزاد کشمیر اسمبلی کی ایک قرارداد پر تبصرہ۔ صفحہ ۵)

اِس سلسلہ میں آپ نے یہ نہایت پُر شوکت اعلان بھی فرمایا کہ :-

"**مقامِ محمدیّت کی جو معرفت** ہمیں حاصل ہے آج وہ ہمارے غیر کو حاصل نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک کروڑوں، اربوں لوگ ایسے پیدا ہوئے جنہیں اپنے ظرف کے مطابق یہ معرفت ملی۔ ہم نے اس عرفان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم رُوحانی فرزند کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ اور پہلوں کی طرح جنہیں یہ عرفان اور معرفت عطا ہوئی تھی حقیقی معنی اور عارفانہ رنگ میں **آج اگر کوئی خاتم الانبیاءؐ زندہ باد کا نعرہ لگا سکتا ہے تو وہ ہم ہی ہیں۔ ہم جب خاتم الانبیاءؐ زندہ باد، ختم المرسلینؐ زندہ باد کا نعرہ** لگاتے ہیں تو ہمارا یہ **نعرہ** عارفانہ نعرہ ہے...... لیکن بعض وہ بھی ہیں جنہوں نے تاریخ کی دُوریوں اور ماضی کے دھندلکوں میں اُفقِ انسانی پر دُور سے ایک چمک تو دیکھی اور اس چمک سے وہ ایک حد تک گھائل بھی ہوئے۔ لیکن ابرِ رحمت ان پر نہیں برسا۔ ماضی کے دھندلکوں میں وہ جو ایک چمک انہیں نظر آئی اس پر فریفتہ ہو کر اور اس کے عاشق ہو کر بھی وہ خاتم الانبیاءؐ زندہ باد کا نعرہ لگا لیتے ہیں۔ لیکن اُن کا نعرہ عارفانہ نعرہ نہیں ہے بلکہ محجوبانہ نعرہ ہے۔ وہ اس مقام کو پہچانتے تو نہیں صرف ایک جھلک کے وہ گھائل ہو چکے ہیں اور ہم خوش ہیں کہ **وہ پاک وجود جو ہمارے دِل اور ہمارے دماغ اور ہماری رُوح اور ہمارے جسم پر حکومت کرتا ہے اس کے تو یہ محجوبانہ نعرے بھی لگتے ہیں۔ لیکن جب ختمِ نبوّت زندہ باد کا نعرہ بلند ہو تو ایک احمدی کی رُوح کی گہرائیوں سے نکلنے والا عارفانہ نعرہ ہی سب سے زیادہ بلند ہونا چاہیئے "!**

(عظیم رُوحانی تجلیات ص ۱۰-۱۲)

مقامِ محمدیّت کے اس حقیقی عرفان ہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنی پوری عمر خاتمیّتِ محمدیؐ کی عظیم تجلیات سے پوری دُنیا کو بقعۂ نُور بنانے کے لئے وقف کر دی۔ اور اپنے ربِّ کریم کے حضور یہ دُعائیں کرتے ہوئے اپنی سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر کئے رکھی کہ :-

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر دل میں موجزن ہو اور ہر طرف سے خدا تعالےٰ کی حمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود کی آواز نوعِ انسانی کے کان میں پڑ رہی ہو"۔

(المصابیح ص ۳۵۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عالمگیر رُوحانی حکومت کے قیام ہی کے لئے آپؒ نے ۱۹۶۷ء سے ۱۹۸۰ء تک بیرونی ممالک کے چھ انقلاب انگیز سفر اختیار کئے۔ آپکا آخری سفر جو چودھویں صدی ہجری کے آخری سال (۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء) میں ہُوا پُورے چار ماہ کا تھا۔ اس سفر کے دَوران آپؒ نے یورپ۔ افریقہ اور امریکہ کے تیرہ ممالک میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی پوری شان سے منادی فرمائی اور ان ممالک کے غیر مُسلم دانشوروں، فلاسفروں، صحافیوں اور سربرآوردہ شخصیتوں کے قلوب و اذہان پر اسلام کا سکّہ بٹھا دیا۔ آپؒ نے قطعی اور یقینی دلائل و براہین سے ثابت کر دکھایا کہ شرفِ انسانیت کے حقیقی علمبردار اور پوری انسانیت کے محسنِ اعظم اور رحمۃٌ للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ مقدس ہے۔ اور یہ کہ صرف اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ اور مستقبل میں رُونما ہونے والی عالمگیر تباہی سے نجات کی صرف یہ صُورت ہے کہ تمام اقوامِ عالم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آ جائیں۔ آپؒ نے ۲۴ راگست ۱۹۸۰ء کو لنڈن کی ایک پُر ہجوم کانفرنس میں اسلام کا شاندار اور کامیاب دفاع کرتے ہوئے دینِ مصطفیٰؐ کے بے نظیر فضائل و محاسن بیان فرمائے تو اخبار کے ایک رپورٹر نے پُوچھا کہ یورپ کب اسلام قبول کرے گا؟ اس پر حضورؒ نے جو شاندار جواب دیا وہ انگلستان کی فضاؤں میں ہمیشہ گونجتا رہے گا۔ حضورؒ نے فرمایا :-

"تم لوگ مہلک ہتھیار جمع نہیں کر رہے بلکہ مسائل کے انبار بھی لگا رہے ہو۔ تمہارے مسائل بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اور تمہیں ان کا کوئی حل نظر نہیں آرہا۔ ایک وقت آئے گا کہ تم مسائل کے حل کی تلاش میں اندھیرے میں ٹکریں مار رہے ہو گے اور ہر طرف راستہ مسدود پاؤ گے وہ وقت اسلام کا ہو گا۔ اور میرے لئے موقع ہو گا کہ مَیں اسلام کی روشنی تمہارے سامنے پیش کروں۔ اُس وقت تم خود بخود اِسلام کی طرف کھنچے چلے آؤ گے۔ مَیں اُس وقت کا منتظر ہوں اور **وہ وقت ضرور آئے گا "!**

(دورۂ مغرب ص ۲۸۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عُشّاق نے اپنی گردنیں کٹوا دیں مگر حضورؐ کے حکم سے سرتابی گوارا نہیں کی۔ اسی اخلاص و فدائیت کا شاندار نمونہ مدینہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان نے اور کربلا میں سید الشہداء حضرت امام حسینؓ نے پیش فرمایا۔ عشقِ رسولِ عربیؐ کی اسی رُوح اور جذبہ کو تازہ کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۲۴ رمئی ۱۹۷۴ء کو مسجد اقصیٰ ربوہ میں ایک ولولہ انگیز خطبہ دیا جس میں اُن لوگوں کو جو اس وقت پاکستان میں فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتے تھے پوری قوت و شوکت سے متنبہ کیا کہ :-

"اگر کسی وقت خدانخواستہ حاکمِ وقت نہ رہے، ملک میں انارکی پھیل جائے اور حکومتِ وقت جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری اُٹھانے کے عملاً قابل نہ رہے اور ایک ثانی فی اللہ مسلمان جس نے اپنے جذبات کو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر قابو میں کیا ہُوا تھا اس کے کان میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیاری آواز آئے، اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ یعنی تیرے مال و دولت کی حفاظت بھی تجھ پر ڈالی گئی ہے تو پھر اگر خدانخواستہ ہمارے ملک میں بدامنی اور لاقانونیت پھیل جائے تو تم دیکھو گے کہ تم اپنی زندگی اور مال و

دولت سے جو پیار کرتے ہو، ہر اتھری اُس سے زیادہ موت سے پیار کرتا ہے۔...... موت زندگی کا خاتمہ نہیں۔ ابدی زندگی کا ایک موڑ ہے ...... ہم مانتے ہیں کہ ہم بڑے کمزور انسان ہیں۔ خطاکار ہیں۔ لیکن ہمارے ربّ نے ہمیں دُنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے آلۂ کار بنایا ہے اس لئے اگر ہم ...... اپنی اس ذمّہ داری کو نبھانے کے لئے قربانیاں دیتے چلے گئے تو ہمیں یقین ہے کہ جب یہاں آنکھ بند کرکے وہاں آنکھ کھُلے گی تو ہم اپنے آپ کو اللہ کی گود میں پائیں گے“

پھر فرمایا:-

”تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ کہنے والے نے سچ کہا تھا ؎

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

...... ہم خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور اس کے بے نظیر پیار کا مشاہدہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ہمیں اس کی قدرتوں پر محکم یقین ہے ہم بھلا تم سے ڈریں گے؟ ہم تو ساری دُنیا سے بھی نہیں ڈرتے۔ جب انگریز سمجھتا تھا کہ اس کی دولتِ مشترکہ پر سُورج غروب نہیں ہوتا۔ اُس وقت اُس نے احرار کے ساتھ گٹھ جوڑ کیا۔ اُس وقت بھی ہم نہیں ڈرے۔ نہ ہمیں کوئی نقصان پہنچا۔ **اب جبکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حالات بدل گئے ہیں اور احمدیت پر سُورج غروب نہیں ہوتا، ہم نے خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشان دیکھ لئے اب ہم اللہ کے سوا کسی اور سے بھلا کیوں ڈریں گے“**

(آزاد کشمیر اسمبلی کی ایک قرارداد پر تبصرہ ۱۹۷۳ء)

اب آخر میں مجھے اس بُنیادی صداقت کا ذکر کرنا ہے کہ سیّدنا و مولانا سیّد الکل و افضل الرُّسل حضرت خاتم النبیّین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ زندہ نبی ہیں اس لئے آپ کے سچے عاشقوں اور فدائیوں پر کبھی فنا وارد نہیں ہوتی نہ ہو سکتی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ کے طفیل اُن کے رُوحانی نقوش آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکتے رہتے ہیں۔ اور اُن کے نام اور کام کو دُنیا میں ہمیشہ قائم رکھا جاتا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود مجدّدِ الفِ آخر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے تجربہ کی بنا پر تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”تمام انبیاء اور صدیق مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جاتے ہیں اور ایک نُورانی جسم بھی اُنہیں عطا کیا جاتا ہے اور کبھی بیداری میں راست بازوں سے ملاقات بھی کرتے ہیں“

(ازالہ اوہام ص ۲۶۶)

اسی ربّانی سُنّت کے مطابق ہر احمدی علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہے کہ ہمارے محبوب امام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی زندگی بخش سیرت کے انقلابی آثار نہ صرف یہ کہ خدا کے فضل و کرم سے قیامت تک تازہ اور زندہ و تابندہ رہیں گے بلکہ اُن کی بنیاد پر انشاء اللہ اسلامی معاشرہ کی وہ سر بفلک اور عالیشان عمارت تعمیر ہو گی جس کے سامنے ماسکو، پیکنگ، لندن اور نیویارک کی تہذیب و تمدّن کے سارے نقش و نگار بالکل ماند پڑ جائیں گے اور ان کے حُسن و جمال کا سب جادو ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ اور ربِّ کعبہ کی قسم!! ساری دُنیا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے گی۔ جیسا کہ حضور رحمہ اللہ نے خدا سے علم پاکر ۹ر نومبر ۱۹۸۰ء کو یہ پیشگوئی فرمائی کہ:-

”میری رُوحانی نگاہ دیکھ رہی ہے کہ خود پجاری کے ہاتھ سے بتوں کو توڑ دیا جائے گا۔ اور وہ ...... کروڑوں سینے جن میں شرک کی ظلمات بھری ہوئی ہیں وہ شرک سے خالی ہو کر خدا اور محمدؐ کے نور سے بھر جائیں گے ...... اُمتِ مسلمہ میں چودھویں صدی میں تکفیر کا بازار گرم رہا یہ سب ختم ہو جائے گا۔ پندرھویں صدی اس کو ختم کر دے گی۔

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

نظم بیادِ حضرت ذی القرنین رحمہ اللہ تعالیٰ

بندۂ رحمان، ذی القرنین عالی شان تھا ‏ ‏ تھا غلامِ شاہِ بطحیٰ، حافظِ قرآن تھا
سبطِ مہدیؑ، نورِ چشمِ مصلحِ موعودؓ تھا ‏ ‏ سیّدہ ذی شان کی بہجت کا اک سامان تھا
بالیقیں تھا قدرتِ ثانی کا مظہر تیسرا ‏ ‏ شک نہیں اس میں مثیلِ حضرتِ عثمانؓ تھا
اس کے روئے پاک پر نورِ بشاشت جلوہ گر ‏ ‏ جس کے نظارے سے حاصل دل کو اطمینان تھا
جس کے تقویٰ پر ہیں کرتے ناز جملہ قدسیاں ‏ ‏ تھا مجسّم خیر و نیکی اور عظیم انسان تھا
خوبیاں اس کی ہیں بے حد و نہایت بے شمار ‏ ‏ اپنے تو اپنے ہیں غیروں پر کیا احسان تھا
دشمنوں کا بھی بھلا وہ چاہتا ہر دم رہا ‏ ‏ درحقیقت وہ غلامِ سیّدِ ذی شانؐ تھا
ربِّ کعبہ کی قسم تھا حق نما اس کا وجود ‏ ‏ دستِ ربِّ ذوالکرم میں اک تنِ بے جان تھا
سیلِ کفر و شرک کی وہ بے پناہ جولانیاں ‏ ‏ روکنے کو ان کے وہ اسلام کی بنیان تھا
تیر کھائے اپنے سینے پر ہزاروں اس نے تھے ‏ ‏ تھا جماعت کا نگہباں اور پشتیبان تھا
تھی غذائے رُوح اس کی حق تعالیٰ کا کلام ‏ ‏ رات دن شام و سحر، صبح و مسا ہر آن تھا
تھا ارامل اور یتامیٰ کا وہ اک جائے پناہ ‏ ‏ گرسنہ و تشنہ لب اس کا بنا مہمان تھا
ساڑھے سولہ سال تک تختِ خلافت پر رہا ‏ ‏ اس پہ ربِّ دو جہاں کا فضل اور احسان تھا
چرخِ گردوں جھک گیا اس کی سلامی کے لئے ‏ ‏ تھا وہ شاہنشاہِ ربوہ وقت کا سلطان تھا
مسجدوں، مہمان خانوں اور شفاخانوں کے جال ‏ ‏ اس نے پھیلائے کہ اذنِ ایزدِ منّان تھا
ترجمے قرآن کے اس نے زبانِ غیر میں ‏ ‏ کر دئے شائع کہ حکمِ خالق و رحمان تھا
اور کئی تحریکات جن کے واسطے جاری کئے ‏ ‏ جن سے آگے ہی قدم بڑھتا رہا ہر آن تھا
اور وہ تعمیرِ مسجد، پیڈرو آباد میں ‏ ‏ ہے گواہ کہ عزم و ہمت کا وہ اک انسان تھا
کہکشاں مرّیخ مہر و ماہ اس کے ہمسفر ‏ ‏ اُس کی اس رفعت پہ گردوں رہ گیا حیران تھا
ہم نفس اس کا رہا سرآمدِ قدوسیاںؑ ‏ ‏ ساتھ اس کے لمحہ لمحہ دم بہ دم ہر آن تھا
از پئے تبلیغِ دیں وہ غیر ملکوں میں گیا ‏ ‏ اس کی برکت سے بیاباں بن گیا بستان تھا
کانپتے تھے رعب سے اس کے زمانے کے ہُبل ‏ ‏ لرزہ بر اندام اس کے نام سے شیطان تھا
سطوت و صولت پہ اس کی سرنگوں شاہانِ وقت ‏ ‏ وہ غلامِ مصطفیٰؐ رکھتا کچھ ایسی آن تھا
اس کی آہِ نیم شب نے وہ دکھایا تھا اثر ‏ ‏ غرق ہو کر رہ گیا فرعون بے سامان تھا
حکمِ رب جب اس نے پایا چل دیا سوئے ارم ‏ ‏ جس کے در پہ اس کو لینے کے لئے رضوان تھا
اُس کے جانے سے بپا اک زلزلہ ایسا ہوا ‏ ‏ غم کے صدمے سے ہر اک مومن بنا بے جان تھا
مومنوں کی آہ سے ہلنے لگا عرشِ بریں ‏ ‏ جوش سے دریائے رحمت میں بپا طوفان تھا
بہرِ تسکینِ دلِ مضطر خدا آیا اُتر! ‏ ‏ دفعِ غم کے واسطے پیدا کیا سامان تھا

حافظِ قرآں گیا اور آگیا صاحبِ قراں
لطفِ ربِّ دو جہاں سے درد کا درماں تھا

وقت پر پورا ہوا پھر وعدۂ استخلاف کا ‏ ‏ مومنینِ صالحین پر حق کا یہ احسان تھا

عاجزِ ناکارہ پر وہ تھا شفیق و مہرباں
اس قدر کہ محو دل سے باپ کا احسان تھا

سیّد ادریس احمد عاجز کیانی۔ ربوہ

خلوص و وقار کا مجسّمہ

الحاج سیّد محی الدین احمد صاحب مرحوم ایڈووکیٹ، رانچی

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان، دارالامان

محترم سیّد محی الدین احمد صاحب، اسلام و احمدیت کے ایک بڑی پُر وقار خادم و فدائی نافع الناس وجود اور خلوص و عقیدت کا مجسّمہ تھے۔ تقسیم ملک کے بعد حکومت کی طرف سے جب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیدادوں کی حقیقت ثابت کرنے کا سوال پیدا ہُوا تو سیّد صاحب مرحوم نے انتہائی خلوص کے ساتھ اپنی رضاکارانہ خدمات پیش کیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارآور ثابت ہوئیں۔ اسی طرح سلسلہ کے دوسرے اہم مقدمات میں بھی اپنی قانونی صلاحیت کا بہت عمدہ اور بہر پور مظاہرہ کیا۔ اور کامیابیاں حاصل کیں۔

صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادوں اور دیگر امُور کے سلسلہ میں عزت مآب پنڈت جواہر لعل نہرو سابق وزیر اعظم ہند اور دیگر مرکزی وزراء مملکت اور اعلیٰ افسران سے ایک وفد (جس میں صدر انجمن احمدیہ کے دو ناظران اور بیرونی جماعتوں کے بعض ذی اثر احباب شامل تھے۔ خاکسار بھی اس وفد کا ایک ممبر تھا) نے جب ملاقاتیں کیں، ان مواقع پر محترم سیّد صاحب مرحوم نے وفد کے لیڈر کی حیثیت سے نہایت عُمدہ اور پُر اثر انداز میں جماعت کا مؤقف پیش کیا۔ پنڈت جی آپ کے اندازِ گفتگو سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔

آپ کی خدمات کو دیکھ کر سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ قادیان کا ممبر مقرر فرمایا تھا۔ مرحوم آخری دم تک صدر انجمن احمدیہ کے ممبر رہے۔

مرحوم چندہ جات پر مشتمل ایک خطیر رقم ہر ماہ مرکز میں بھجواتے تھے۔ اور یہ رقم نہایت باقاعدگی کے ساتھ ہر ماہ کی یکم تاریخ کو بذریعہ بنک ڈرافٹ بھجوا دیا کرتے تھے۔

مرحوم حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بڑے مخلص واقع ہوئے تھے۔ اور یہی رُوح اپنی اولاد اور آئندہ نسل میں قائم کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے مطابق کہ

"میں تیرے خالص اور دلی محبوں
کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور اُن کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

اموال اور اولاد میں مرحوم کو کثرت عطا فرمائی تھی۔ گیارہ لڑکے، سات لڑکیاں اور بہت سے پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں اُن کی یادگار ہیں۔ ذکور و اناث کو اعلیٰ تعلیم سے مزیّن کیا۔ مرحوم کے بیٹے ڈاکٹر، جرنلسٹ، اندرون و بیرونِ ملک حکومت کے باوقار عہدوں پر فائز ہوئے۔ اور مرحوم کے اخلاص سے حصّہ پایا۔ بیٹیاں بھی مخلص احمدی خاندانوں میں بیاہی گئیں۔

مرحوم اپنے بچوں کی عملی زندگی کا آغاز اپنے جاری کردہ ہفت روزہ انگریزی اخبار "THE SENTINAL" کی ادارت سے کرواتے تھے۔ اور تربیت کے لئے انہیں مبلغینِ سلسلہ کے سپرد کر دیتے تھے بچوں کو نیکی، نمازوں کی پابندی ہر ایک سے حُسنِ سلوک اور غرباء کی خبر گیری اور ان سے ہمدردی کی تلقین فرماتے۔

مجھے اپنے حالیہ سفر برطانیہ کے دوران برادرم مکرم ڈاکٹر سیّد فاروق احمد صاحب برمنگھم کے ہاں ایک روز قیام کا موقعہ ملا جو مرحوم کے پسرِ رشید ہیں۔ میں نے یورپ جیسے انتہائی مادی ماحول میں ان کے بچوں کو نماز میں باقاعدہ پایا۔ بچوں کی احسن تربیت کی غرض سے فاروق صاحب اکثر اپنے گھر میں امام الصلوٰۃ کا فریضہ بھی خود انجام دیتے ہیں تاکہ بچوں کو صحیح رنگ میں نمازوں کی ادائیگی میں شغف ہو۔

یہی بات میں نے مرحوم کے بڑے بیٹے مکرم سیّد آفتاب احمد صاحب مقیم دہلی کے ہاں بھی دیکھی۔ کہ موصوف اپنے گھر میں بچوں کے ساتھ نماز باجماعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور بچوں کی تربیت کا خیال رکھتے ہیں۔

بمبئی میں عزیز سیّد شہاب احمد صاحب بھی سلسلہ احمدیہ سے خلوص رکھتے ہیں۔ کانفرنسوں اور جلسوں کے مواقع پر خصوصی مالی تعاون کے ساتھ ساتھ اپنے قیمتی وقت کی قربانی بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سیّد صاحب مرحوم کی ساری اولاد کو ہمیشہ اپنے رُوحانی و جسمانی انعامات سے نوازتا رہے۔ آمین۔

سیّد صاحب مرحوم قرآن کریم، احادیث نبویؐ اور سلسلہ کے لٹریچر کا بنظرِ غائر مطالعہ کرتے۔ اور اس سے قلبی لگاؤ رکھتے تھے۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرکۃ الآراء تصنیف تفسیر کبیر کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور حرزِ جان یقین کرتے تھے۔ سیّد صاحب مرحوم جن ایام میں محترم شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم سابق وزیر اعلیٰ کشمیر کے مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مرحوم نے تفسیر کبیر کا ایک سیٹ شیخ صاحب کو پیش کرتے ہوئے تاکید کی کہ اس کا بنظرِ غائر مطالعہ کیجئے۔ اس سے آپ کو بہت علمی اور رُوحانی فائدہ پہنچے گا۔ شیخ صاحب نے اس گراں قدر تحفہ کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا تھا۔ یہ واقعہ مرحوم کی تفسیر کبیر سے والہانہ عقیدت و شغف کی غمازی کرتا ہے۔ دورانِ مقدمہ بذریعہ طیارہ اکثر سری نگر آتے جاتے وقت عدیم الفرصت ہونے کے باوجود زحمت نزول کر کے بعض اوقات حسب موقع نمازیں قادیان میں ادا کرتے تھے۔ یہ سب کچھ قادیان کی مقدس سرزمین سے حسنِ عقیدت کا کرشمہ تھا۔

مرحوم کے دل میں تبلیغ احمدیت کا قابلِ قدر ولولہ اور جوش پایا جاتا تھا۔ تبلیغ کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے مبلغینِ سلسلہ سے بھرپور تعاون کرتے تھے۔ اس خلوص و قربانی کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ کہ رانچی میں ایک وسیع احمدی خاندان کے بانی ہونے کے علاوہ وہاں سمیہ میں سو ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل ایک مضبوط جماعت قائم ہو گئی اور مضافات رانچی میں بعض اور خاندان بھی احمدیت میں داخل ہو گئے ــــ مرحوم کی بڑی خواہش تھی کہ رانچی کے رُؤساء اور اہلِ علم طبقہ کو احسن رنگ میں احمدیت کا پیغام پہنچ جائے۔ عُمر کے آخری حصہ میں مرحوم نے اپنی اس قابلِ قدر خواہش کو بھی پُورا کیا۔ اور اپنے خرچ پر وسیع پیمانے پر رانچی میں کانفرنس منعقد کی۔ بڑے خوبصورت، وسیع اور وسیع ہال میں پُر وقار احمدیہ کانفرنس کا انعقاد ہُوا۔ جماعت احمدیہ کے علماء کرام کے علاوہ مرحوم نے خود بھی انگریزی زبان میں کانفرنس سے حقائق و دیگر بیانات سے لبریز صداقتِ احمدیت پر مشتمل خطاب کیا۔

اس موقعہ پر میں نے محسوس کیا کہ اس عظیم خواہش کے پُورا ہونے کے نتیجہ میں مرحوم کے چہرہ اور بشرہ سے انبساط و مسرت کے نقوش عیاں تھے۔

مرحوم کی زندگی میں مجھے رانچی جانے کا اتفاق ہُوا۔ ایک مرتبہ مرحوم کی ایک بچی کی تقریب نکاح و رخصتانہ کے موقع پر اور دوسری مرتبہ مذکورہ کانفرنس کے موقعہ پر بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ باصرار مدعو کیا۔ مرحوم کا وسیع رہائشی بنگلہ رانچی شہر کے وسط میں واقع ہے۔ اسی میں مرحوم کے کمرہ سے متصل کمرہ میں میرا بھی قیام تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ مرحوم میں اسلامی روایات کے مطابق مہمان نوازی کا جذبہ بھی قابلِ قدر حد تک موجزن ہے۔ اپنے بچوں اور ملازمین کو خود خصوصی ہدایات دیتے تھے کہ "میاں صاحب" کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ قُربِ مکانی کی وجہ سے بعض اوقات میرے کانوں میں یہی ہدایات کی یہ آوازیں پہنچ جاتی تھیں۔

مرحوم نہایت سادہ مزاج، مگر باوقار، بڑے موقعہ شناس واقع ہُوئے تھے۔ کورٹ کی روایات کے مطابق جب کورٹ جانے کے لئے تیار ہوتے تو ایسے عمدہ، نفیس، بے شکن یونیفارم میں ملبوس ہوتے کہ شاید و باید۔ اور بنگلہ پر پہنچتے ہی ایک معمولی لنگی اور معمولی کُرتہ زیبِ تن ہوتا اور چڑے کی کھڑاؤں زیرِ پا۔ قرآن کریم سے ایسا عشق کہ نمازِ فجر کے علاوہ دوسری نمازوں کے بعد بھی میں نے دورانِ قیام رانچی والہانہ تلاوت میں مرحوم کو محو پایا۔ گویا آپ کا وجود سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کی عکاسی کر رہا تھا کہ ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے جنت الفردوس میں بلندیٔ درجات سے نوازے اور آپ کی تمام اولاد کو آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہُوئے بیش از بیش خدماتِ دینیہ بجالانے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

آمین اَللّٰھُمَّ آمین

علمی ترقی کا راز

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں زیادہ اُمید ان پر کرتا ہوں جو ذوق اور شوق کو کم نہیں کرتے۔ جو اکتا جاتے ہیں مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ شیطان ان پر قابو نہ پالے۔ اس لئے کبھی سُست نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر امر کو جو سمجھ میں نہ آئے پوچھنا چاہیئے تاکہ معرفت میں زیادتی ہو۔ ... جو علمی ترقی چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ قرآن شریف کو غور سے پڑھے۔ جہاں سمجھ میں نہ آئے دریافت کریں۔" (ملفوظات جلد ...)

"وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے"

از محترم شیخ عبدالقادر صاحب۔ نوالے کوٹ لاہور (پاکستان)

قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ وہ پہلی کتب کے اختلافات میں حَکَم ہے یہی بات اس آسمانی کتاب میں ہے تورات و انجیل میں جو باتیں ہیں وہ مسخ شدہ ہیں۔ مرورِ زمانہ کے باعث تغیر و تبدل ہوگیا۔ زبان بدل گئی عقائد تبدیل ہو گئے۔ اس طرح تاریخی حقائق مخفی ہوگئے تورات تین ہزار سال سے بنی اسرائیل کی تحویل میں ہے۔ قومی تعصبات اور علم کلام کے اختلافات کے باعث اثرات مترتب ہوئے اور تورات کے متن میں تبدیلی ہوگئی یا زبان اور اس کے محاورات کو نہیں سمجھا گیا اور اس کے تراجم میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ اسی طرح انجیل اُنیس سو سال سے نصاریٰ کی تحویل میں ہے عہد بعہد عقائد میں تغیر تبدل ہوا اس سے وہ متاثر ہوئے۔ ان حالات میں کسی آسمانی کتاب کی ضرورت تھی جو کاشفِ حقیقت بن کر آتی اور حقائق کو منکشف کر دیتی۔ قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ اس کے بیانات میں تاریخی حقائق سموئے ہوئے ہیں کیونکہ یہ خدائے علام الغیوب کی باتیں ہیں۔ ماضی اور مستقبل کی سچی باتیں ہیں باطل ان میں راہ نہیں پا سکتا اس سلسلہ میں بعض مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)

قرآن مجید میں ہے کہ خدا تعالیٰ کا اوّلین گھر جو لوگوں کے افادۂ روحانی کے لئے بنایا گیا وہ وادی بَکّہ میں ہے۔ علماء بنی اسرائیل اس سچائی سے واقف ہیں مستشرقین کہتے ہیں کہ موجودہ تورات میں حج کعبۃ اللہ کا کوئی ذکر نہیں۔ انبیائے بنی اسرائیل نے البیت العتیق کا کوئی ذکر نہیں کیا لہٰذا یہ دعویٰ درست نہیں ہے۔ اب یہ معلوم ہوا ہے کہ عبرانی تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے حج کے لئے درخواست درج ہے حج کا لفظ بعینہٖ موجود ہے بقول ان کے یہاں حج سے مراد

Pilgrimage of Mecca

کی طرح کوئی حج ہے۔ حضرت موسیٰ کو نے کہاں جانا تھا؟ علماء بتانے سے قاصر ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کشفی طور پر دیکھا کہ کلیم اللہ اپنی اُمت سمیت وادیٔ بطحا میں حج کے لئے آئے تلبیہ کے الفاظ بھی آپؐ نے سُنے (اخبارِ مکہ)

علماء کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شاہراہِ حج کے ذریعہ حجاز میں داخل ہوئے تھے لیکن حج نہیں کیا۔ اس باب میں تورات کے الفاظ میں قولِ فیصل ہے

"بعد اس کے موسیٰ اور ہارون نے اندر جا کر فرعون سے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تاکہ وہ مدبر (بیابان) میں میرے لئے حج کریں۔"

(خروج $\frac{5}{1}$ ۲۰)

اس کے بعد ایک دوسری روایت تورات میں داخل کر دی گئی کہ تین دن کی مسافت پر بیابان میں جانا ہے وہاں قربانیاں دینی ہیں۔

(خروج $\frac{3}{18}$، $\frac{5}{3}$، $\frac{8}{27}$)

اب معلوم ہوا ہے کہ شروع میں تورات کے دو الگ الگ نسخے تھے بعد میں ان کو یکجا کر دیا گیا۔ نسخہ اوّل میں حج کے لئے جانے کی درخواست تھی۔ نسخۂ ثانی میں تین دن کی مسافت پر حج کے لئے جانے کا ذکر تھا۔ ان مختلف بیانات کو جب ملایا گیا تو وہ ایک ناقابلِ فہم کہانی بن گئی۔

دنیا کے عظیم ترین سکالر جیمس مافٹ James Mafatt نے بائیبل کا انگریزی ترجمہ کیا ہے اس نے تورات کے نسخۂ اوّل کو مستقیم الفاظ میں اور نسخۂ ثانی کے متن کو ٹیڑھے حروف میں طبع کروایا۔ پہلے حصہ میں سادہ الفاظ میں مدبر (بیابانِ عرب) میں خدا تعالیٰ کے حج کرنے کی درخواست ہے۔ دوسرے حصہ میں Italics میں یعنی ٹیڑھے حروف میں تین دن کی مسافت والے حج کا ذکر ہے۔ اس اختلاف سے ظاہر ہے کہ شروع میں جو تورات کا نسخہ مرتب ہوا اس میں مسافت کی قید کے بغیر حج پر جانے کا ذکر تھا۔ جسے بعد میں تین دن کی مسافت والے حج کے بیان میں بدل دیا گیا ایک ہزار سال کے بعد ان بیانات کو یکجا کر دیا گیا اس طرح متن میں خلفشار پیدا ہوگیا۔ قرآن حکیم کا دعویٰ کتنا سچا ہے کہ علماء اہلِ کتاب خدا تعالیٰ کے اوّلین گھر کی فضیلت سے واقف ہیں۔ یہ فضیلت انبارِ خذف میں ایک موتی کی طرح مخفی ہے۔

(۲)

بائیبل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے حج کا ذکر ملتا ہے زبور میں وادی بکا (بکہ) کا ذکر ہے لکھا ہے وہاں جا کر حجاج ایک چشمہ سے پانی لیتے ہیں اس صاف اور واضح بیان کو تحریفِ لفظی اور تراجم کے اختلاف میں چھپا دیا گیا ہے۔ حج کے ذکر میں لفظ صیہون داخل کر دیا اور ترجمہ ہوگیا کوہِ صیہون کا حج۔ گویا یہ حج یروشلم میں تھا نہ کسی اور جگہ "بکا" اسم معرفہ ہے اس کا ترجمہ کر دیا گیا اس طرح وادیٔ بکہ میں بیت اللہ کے حج کا ذکر مشتبہ ہوگیا۔

۱۹۷۸ء میں بائیبل کا نیو انٹرنیشنل ورشن اشاعت پذیر ہوا اس میں "حج صیہون" کی بجائے وادی بکہ میں حج کا ذکر ہے خدا کے گھر کا حج مُراد ہے

Blessed are thouse whose strength is in you'
who have set their hearts on Pilgrimage
As they pass through The Valley of Baca'
(Psalms 84:5,6)

مبارک ہیں وہ جن کی قوت اے میرے خدا تو ہے جن کے دِل حج پر مرکوز ہیں اور اس کے لئے وہ وادی بکا میں سے گزرتے ہیں اور اس سے پہلے ہے

مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے اور ہر گھڑی تیری حمد میں گزارتے ہیں۔ ($\frac{84}{4}$)

گویا اب متن سے صیہون کا لفظ حذف کر دیا گیا۔ اس طرح وادی بکہ میں خدا کے گھر کا حج روشن سے روشن تر ہو گیا۔

نیو انگلش بائیبل ۱۹۷۰ء نے وادی بکہ کا ترجمہ "پیاسی وادی" کر دیا اس کا ترجمہ درج ذیل ہے

"وہ پیاسی وادی سے گزرتے ہوئے ایک چشمہ سے پانی حاصل کرتے ہیں"۔

وادیٔ بکہ کی نشانی بیت اللہ اور آبِ زمزم کا چشمہ اتنا صاف اور واضح ہے کہ کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

زبور کے اس حوالے کے علاوہ حضرت داؤد علیہ السلام کے کلام میں مسک کی طرف جانے اور بنو قیدار کے خیموں میں رہنے کا ذکر ہے۔ (زبور $\frac{120}{5}$)

بائیبل کے جغرافیہ میں مَسک وہی ہے جہاں ماسکو آباد ہے۔ دوسری جگہ مسک اور توبل کا یکجائی ذکر ہے (حزقی ایل $\frac{27}{13}$) حضرت داؤدؑ کے لئے ماسکو جا کر بنو قیدار کے خیموں میں رہنا بعید از قیاس ہے۔ عبرانی میں مکہ کو "م۔ک۔مکہ" سے لکھا جائیگا۔ یہ مکہ ہے جس کو مسک بنا دیا حضرت داؤد علیہ السلام کا حج کعبۃ اللہ کے لئے جانا ثابت ہے۔ ابن خلدون نے بھی اس کا ذکر کیا ہے حضرت داؤد نے مکہ معظمہ کے سفر اور بنو قیدار کے خیموں میں رہائش کا ذکر کیا ہے فرمایا مجھ پر افسوس ہے کہ میں امن کا دوست ہوں وہاں کے لوگ آمادۂ پیکار رہتے ہیں۔ مکہ معظمہ اور بنو قیدار کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تحریفِ لفظی کی وجہ سے مکہ کا مسک ہو گیا۔ قرآن حکیم نے تورات کے بعض مبین حوالے سچا دئے ہیں۔ سورۃ الفتح کے آخر میں ہے ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ۔ یہ وصف تورات میں ہے موجودہ تورات میں یہ حوالہ نہیں ملتا کیونکہ قرأت میں اختلاف ہے جس کے باعث ترجمہ مختلف کر دیا جاتا ہے۔ یروشلم بائیبل میں ایک نوٹ کے ذریعہ ایک دلچسپ بات کی طرف توجہ دلائی گئی استثناء $\frac{33}{2}$ پیرا نوٹ ہے اس حوالے میں دس ہزار قدوسیوں کا ذکر کے بعد اشدو تھ کا لفظ ہے۔ اس لفظ کو مرکب پڑھا گیا یعنی "اش" الگ اور "دو تھ" علیحدہ۔ اب پتہ لگا ہے کہ یہ دراصل ایک ہی لفظ ہے اب یوں پڑھا جائیگا وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اس کے داہنے ہاتھ پر اُمت کے اشدوتھ ہوتے۔ یروشلم ٹرانسلیشن میں اشدوتھ کے معنیٰ Warriors کے گئے ہیں یعنی مردانِ غازی۔ اشدوتھ وہی ہے جس کو قرآن کریم نے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کہا ہے یعنی

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف اشداء ہیں۔

ظاہر ہے کہ قرآنی حوالہ تورات کے لفظ اشدو تھ میں موجود ہے اسی طرح رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ کے لئے تورات میں لفظ ہیں "اف حبیب عمیم" اس کے معنیٰ کئے جاتے ہیں "وہ اسی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

اپنی یادوں کے آئینہ میں پیارے کے حُسن کی ایک جھلک

ازمکرم مُشتاق احمد صاحب باجوہ زیورچ سوئٹزرلینڈ

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اچانک محبوب ازلی کی طرف سے بلاوا آگیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ کچھ عرصہ سے حضورؒ دن رات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ الا پتے تھے اور ساری جماعت میں اس کی رَو چلادی تھی۔ خدائے واحد نے ۸ و ۹ جون کی درمیانی شب آپؒ کو اپنے حضور بلا لیا مشرق و مغرب کے ڈاکٹر دیکھتے رہ گئے اور آپ ایک دنیا کو سوگوار چھوڑ کر رخصت ہو گئے سب کو محبت کا درس دینے والے اپنے محبوب اللہ کی آغوشِ شفقت میں چلے گئے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی محبت اور قرب سے نوازے اور انہیں جن کے ہاتھوں میں آپ رخصت ہوئے اور انہیں جو حسرتوں کا طوفان دبائے ہوئے دُور اور بہت دُور تھے صبرِ جمیل بخشے آمین۔

مؤرخین طبعاً حضور کی پاک شخصیت نیک کردار اور کامیاب خدمات پر کتب لکھیں گے۔ یہ عاجز ان کے زمرہ میں شامل ہونے کی جسارت نہیں کر رہا بلکہ اپنی چند منتشر یادوں کے آئینہ میں اس پیارے جانے والے کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔

آج سے تقریباً نصف صدی قبل کی بات ہے کہ خاکسار گورنمنٹ کالج لاہور میں بی۔اے میں داخل ہوا تو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ میری جماعت اور [illegible] میں میرے [illegible] میرے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرزند بھی ہیں۔ اس کالج میں بڑے دروازہ کے قریب اُوپر کی منزل میں گویا برج کے اندر ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ ہماری فلسفہ اخلاق کی کلاس اس کمرہ میں منعقد ہوتی تھی اس میں ایک بڑی میز تھی اس کے اردگرد ہم طلبا جن کی تعداد کم ہی تھی بیٹھ جاتے۔ ہماری کلاس میں مغربی لباس میں ملبوس دو اینگلو انڈین لڑکیاں بھی تھیں ایک دن ابھی کلاس کے شروع ہونے میں چند منٹ باقی تھے ہمارے

استاد پروفیسر ملک احمد حسین صاحب نہ آئے تھے آپس میں گپ شپ چل رہی تھی ایک ہندو دوست نے لڑکیوں کے بارہ میں مذاق کیا۔ قہقہہ کے ساتھ مرزا ناصر احمد صاحب سے مخاطب ہوا۔ حضور نے غضِ بصر کا قرآنی ارشاد بتایا اور تشریح فرمائی کہ اتنا لمبا عرصہ اس کلاس میں خواتین کے ساتھ ایک ہی میز پر بیٹھنے کے باوجود میں نے ان کو اتنا نہیں دیکھا کہ ان کی شکل اپنے تصور میں لا سکوں حضورؒ کی شخصیت اتنی بلند اور حضورؒ کی نیکی اتنی مسلّم تھی کہ سب نے اس بات کو سنجیدگی اور حیرت سے سُنا۔ یہ کمال تھا کہ ایک میز کے اردگرد اتنا لمبا عرصہ بیٹھنے کے باوجود نظر پر اتنا ضبط رہا۔

ہماری تعلیم کے درمیان خاصہ مخالفت کا دَور آیا لیکن حضورؒ کی ذات میں اتنا وقار تھا کہ کبھی کسی کو انہیں ناروا بات کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ان دنوں چھ بھائی اکٹھے کالج کے نیو ہوسٹل میں رہتے تھے۔ بحث و مباحثہ کا دَور چلتا رہتا حضور نے ایک دن مجھے تحریک فرمائی کہ درس کی ایک مجلس بناتے ہیں آپ بھی اس میں شامل ہو جائیں میں نے کہا بخوشی حضور یہ تعداد محدود رکھنا چاہتے تھے ہم بھائیوں میں سے صرف مجھے ہی تحریک کی۔ عشرہ کاملہ کی طرف سے حضور نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ پر مشتمل نہایت خوبصورت جلی تحریر میں آرٹ پیپر پر دو ورقہ شائع کروانے شروع فرمائے جنہیں ہم تقسیم کرتے حضور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تحریر کی زبردست تاثیر کا احساس رکھتے تھے اس لئے جب انصار اللہ کا ماہنامہ جاری کیا اور ایک کہنہ مشق صحافی جناب خان مسعود احمد خان صاحب دہلوی کے سپرد اس کی ادارت کی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تحریرات کی اشاعت

کا التزام رکھا۔ سوئٹزرلینڈ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب یا کتاب کا کوئی حصہ اب تک شائع نہ ہوا تھا "ہماری تعلیم" کشتی نوح کے حصہ کا آپ نے ایک مخلص احمدی سے ترجمہ کروایا برادرم چوہدری عبد اللطیف صاحب ایڈیٹر نے DER ISLAM جرمن ماہنامہ میں میری تحریک پر اسے شائع کیا تا پھر اسے علیحدہ کتابچہ کی صورت میں شائع کیا جائے۔ اس دوران حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کے منصب پر فائز ہو چکے تھے۔ میں نے حضورؒ کی خدمت میں لکھا کہ چونکہ پہلی بار جرمن میں حضورؒ کی اصل تحریر کا ترجمہ شائع ہو رہا ہے۔ حضورؒ مختصر سا دیباچہ تحریر فرمائیں حضورؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کی اشاعت کے لئے کسی دیباچہ کی ضرورت نہیں چنانچہ اس کے بغیر ہی اسے شائع کیا گیا۔ حضورؒ اس مقدس اور مؤثر تحریر کے لئے کسی تعارفی یا توجہ بانٹنے والی تحریر کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔

والد مرحوم حضرت چوہدری غلام حسین صاحب رضی اللہ عنہ نے دار الفضل قادیان میں اپنا مکان بنا کر وہیں رہائش اختیار کر لی ہوئی تھی۔ میں جب لاہور سے قادیان گیا تو اتفاق سے ہمارے محلہ میں خدام الاحمدیہ کے زعیم دار الفضل کا انتخاب تھا مجھے چن لیا گیا۔ زعماء خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے رُکن ہوتے تھے چنانچہ میں بھی مجلس مرکزیہ میں شامل ہو گیا حضورؒ آکسفورڈ سے واپس تشریف لے آئے تھے حضور کا ایک خط مجلس میں پیش ہوا کہ وہ مجلس خدام الاحمدیہ کا رُکن بننا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے حالات کے باعث عملِ اجتماعی سے جو شاید روزانہ ہوتا تھا مستثنیٰ کیا جانا چاہتے تھے بعض کا خیال تھا کہ عملِ اجتماعی میں شرکت ضروری ہے۔ لیکن میں نے کہا کہ یہ کوئی مدد گ

نہیں شامل کیا جائے۔ میں اُن کے جذبہ سے واقف تھا اور مجھے خوشی تھی کہ مجلس میں بڑا قابل قدر اضافہ ہو رہا ہے۔ مجلس نے اتفاق کیا اور اُن کی شمولیت کے ساتھ خدام الاحمدیہ کی زندگی کا ایک نیا دَور کچھ عرصہ بعد شروع ہو گیا۔ حضورؒ کے اپنی چٹھی میں اپنی ایک مجبوری کا ذکر دینے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے سلسلہ کی اس تحریک کو کس سنجیدگی سے لیا۔ جیسا کہ سلسلہ کے ہر کام میں یہ اُن کی عادت تھی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کا خدام الاحمدیہ کا کام بڑھتا گیا پھر حضورؒ پر صدارت کا بار آ پڑا۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی راہنمائی میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی صدارت میں یہ مجلس پروان چڑھی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے مختلف شعبوں میں مجھے حضورؒ کے ساتھ کام کرنے کا بفضلہ تعالیٰ موقع ملا۔

ایک دفعہ میں بطور سیکرٹری مجلس مرکزیہ کام کر رہا تھا کہ مجلس میں الفضل کا سوال آیا۔ مختلف شعبوں کو بعض شکایات تھیں۔ مجھے ہدایت دی گئی کہ حضرت صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں الفضل سے متعلق تحریر کروں۔ میں نے تعمیل کیا۔ حضرت صاحب نے شکایت محترم جناب ناظر صاحب اعلیٰ کو بغرض رپورٹ بھجوائی انہوں نے سختی سے تردید کی اور میری شکایات کو غلط قرار دیا۔ حضرت صاحب نے اس پر مجھ سے جواب طلب فرمایا۔ اپنا دفاع پیش کرنا خصوصاً اپنے امام کے آگے ہر ایک کے لئے بڑا مشکل ہے اور میرے لئے تو ایسی اُلجھن خاص پریشانی کا موجب ہو جاتی ہے۔ حضور جامعہ احمدیہ سے سیدھے دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا جواب لکھ کر دیا ہے میں نے کہا نہیں میں تو نہیں لکھ سکا حضورؒ نے فرمایا وہ خود جواب لکھواتے ہیں۔ چنانچہ حضورؒ نے خود جواب لکھوایا اور جو غلط بیانی کی زد مجھ پر آ رہی تھی اس کے بارہ میں لکھوایا کہ جو چوہدری مشتاق احمد باجوہ کا خیال تھا وہی ہم سب کا جو مجلس مرکزیہ میں کام کرتے تھے خیال تھا بس میری پوری بریت کر دی اور مجلس اور الفضل آئندہ کے لئے محتاط ہو گئے حضورؒ کے مشورہ جو بھی خدمتِ دین ہوتی اس میں کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بہترین افسر تھے۔ اپنے رفقاء کار پر ان کے کام میں کبھی غلط زد نہ آنے دیتے تھے وہ ڈھال بن جاتے اور اپنے پر وار لے لیتے حضرت صاحبزادہ صاحب جیسا اعلیٰ پایہ

نیز حضرت مسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ایک الہام کا بھی [illegible] حضور رحمہ اللہ نے فرمایا [illegible] مبارک [illegible] فیہ نیز مبارک اور مبارک اور ہر کام مبارک جو اس میں کیا جائے۔ حضور رحمہ اللہ کے ساتھ مبارک کا ایک پرانی خواب میں دکھایا جانا حضور کے بابرکت دورہ، بابرکت خلافت اور بابرکت مسجد کی طرف بھی ممکن ہے اشارہ ہو خلافت ثالثہ کی تاریخ بھی بہرحال شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے قدموں میں برکت رکھی تھی۔ جس براعظم میں گئے اور جس شہر میں یہ پڑے آئے برکت حاصل ہوئی۔ حضور رحمہ اللہ کے انفاس قدسیہ اور [illegible] نے کئی دل جیتے۔ حضور کے [illegible] کے قیام سے [illegible] کئی کہاں سے کہاں پہنچے۔ حضور کے ہسپتالوں کے قیام کے ذریعہ کئی درد سے تڑپتے اور سسکنے والوں نے نئی زندگی پائی۔ اللہ کے نور سے تاریکی چھٹنے لگی کی [illegible] آنکھوں [illegible] نور [illegible] منور ہو گئے۔ یہ سب درحقیقت حضرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان تھا۔ یہ چشمہ جس سے دنیا سیراب ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق بحر کمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قطرہ ہی تھا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد۔ یہ ایک لمبا باب ہے جو بیسیوں فائلوں میں اس کا مواد محفوظ ہے کوئی اللہ کا بندہ ضرور اس پر کسی وقت لکھے گا۔

میری قلم تو میری چند یادوں میں محصور ہے جن احباب نے مسجد محمود اور مشن ہاؤس کو دیکھا ہے انہیں معلوم ہے کہ یہ خوبصورت لیکن چھوٹی سی عمارت ہے حضور اور حضرت سیدہ محترمہ بیگم صاحبہ ہمارے بیڈروم میں سوتے اور ہمیشہ یہاں آ کر یہی ٹھہرے لیکن ہم کبھی ہمیشہ ان کی ہمسائیگی میں ایک کمرہ میں پڑ رہتے مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ میں حضرت صاحب رحمہ اللہ سے دور رہوں۔ ممکن ہے کسی وقت کوئی کام پڑ جائے۔ حضور ماشاء اللہ بڑے باہمت تھے۔ رات دیر تک حضور رحمہ اللہ سے مستفیض ہوتے رہتے اور پھر حضور رحمہ اللہ کے بیڈروم میں چلے جانے کے بعد کچھ آرام کرتے ہم لگے رہے حالانکہ کئی لڑکیں احمدی خواتین امداد کے لئے موجود تھیں گرمیوں میں یہاں راتیں بہت چھوٹی ہوتی ہیں اور حضور رحمہ اللہ کے ساتھ نماز فجر بھی کم سونے کے باعث مجھے چکر شروع ہو گئے۔ حضور کو علم ہوا تو فرمایا ایسا جائے۔ حضور رحمہ اللہ تھکے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر سورہ فاتحہ جو نہایت خوبصورت جلد میں چھپی تھی [illegible] لیتے۔ [illegible] مجھے محسوس ہوا کہ کچھ دیر کے بعد حضور تشریف لاتے ہیں اور جھانک کر دیکھ گئے ہیں کہ میں لیٹ گیا ہوں یا نہیں۔ یہ تھے ہمارے امام!

اس ضمن میں مجھے ہالینڈ کا ایک واقعہ یاد آیا۔ حضور رحمہ اللہ افریقہ کے دورہ کے بعد ہیگ تشریف لائے۔ حضور رحمہ اللہ نے از راہ شفقت مجھے بھی وہاں بلا لیا تھا۔ ایک دن حضور رحمہ اللہ کاروں میں سیر کے لئے نکلے۔ وقف کے دو پرانے رفقاء محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ اور محترم ملک عطاء الرحمن صاحب کے ساتھ ان کی کار میں ہم بھی ساتھ ہی تھے۔ لنچ کا وقت ہو چکا تھا۔ اگر حضور ٹھہرے نہیں تو دیر کے ساتھ حضور ٹھہرے ہم [illegible] رستوران میں سے کھانا کھا کر باہر نکل رہے تھے۔ میں حضور رحمہ اللہ کے قریب تھا فرمایا "منصورہ بیگم کہہ رہی تھیں آج آپ نے باجوہ صاحب کو اچھا فاقہ کروایا۔" اللہ! اللہ! پیارے آقا کی طرف سے شفقت کے اظہار کا انداز کیسا لطیف تھا۔ دونوں کو اپنی تکلیف کا خیال نہیں خادم کا خیال تھا۔

صرف یہ پیار کی باتیں ہی نہ تھیں حضور رحمہ اللہ تحائف سے بھی نوازتے تھے۔ حضرت سیدہ محترمہ بیگم صاحبہ اور حضور رحمہ اللہ دونوں کی طرف سے ہی مختلف مواقع پر تحفے پائے۔ ایک دفعہ الائچی چھالیہ وغیرہ سے بھری ایک خوبصورت تھیلی بھجوائی ہمیں تو نہ ان سے اور نہ پان وغیرہ سے شغف یہ تھیلی پڑی رہی۔ اتفاق سے عزیزم ڈاکٹر محمود الحسن آ گئے وہ دو ہفتے ہمارے پاس ٹھہرے تو اس کا لطف اٹھاتے رہے اور حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی نوازش کی داد دیتے رہے۔

حضور رحمہ اللہ اپنے ہر دورہ میں کئی قلوب پر گہرے نقوش چھوڑ گئے۔ کئی غیر مسلم سالوں بعد بھی محبت سے یاد کرتے رہے ہر ایک سے بڑی محبت سے ملتے اور پاکستانی احمدیوں کی ترغیب ہوتی حضور ان [illegible] تھے۔ آ جاتے پاس بیٹھ جاتے۔ پیاری پیاری باتیں جن سے دل صیقل ہوتا شروع فرما دیتے۔

ایک بار آیا گوٹن برگ سویڈن میں مبلغ کی رہائشی عمارت کے سامنے ایک بنچ رکھا ہوا تھا۔ میں سستانے کے لئے اس پر بیٹھ گیا۔ سامنے کھڑکی تھی [illegible] حضور رحمہ اللہ نے دیکھ لیا۔ حضور باہر تشریف لے آئے اور میرے ساتھ اس بنچ پر بیٹھ گئے [illegible] فرمایا۔ احباب جو ادھر ادھر کھڑے تھے بیٹھ گئے اور مجلس عرفانی جاری ہو گئی۔

جون ۱۹۷۷ء میں بیمار تھا اور ہسپتال میں داخل تھا۔ یکم جولائی کو مجھے شعبہ مبلغ انچارج کا چارج دینا تھا۔ ہسپتال سے چھٹی ملتے گھر آیا اور چارج ان کے سپرد کر گیا۔ اہلیہ ایک فلیٹ میں منتقل ہو گئی تھیں۔ اللہ کے فضل سے صحتیاب ہونے پر فلیٹ میں آیا ۱۹۸۰ء میں حضور رحمہ اللہ آخری بار یورپ تشریف لائے خاکسار پیشوائی کے لئے فرینکفورٹ حاضر تھا حضور رحمہ اللہ کے سب دوروں میں پیشوائی کی سعادت حاصل کی۔ جہاں حضور [illegible] پہنچا۔ حضور ۱۹۸۰ء میں زیورک تشریف لائے تو پھر حتی الامکان [illegible] میں حاضر رہ کر حضور سے فیض حاصل کرنے کی سعی کی۔ مبلغ انچارج محترم راجہ نسیم مہدی صاحب کے کہنے پر باہر کی تقاریب میں بھی شریک ہوتا رہا۔ حضور کی پریس کانفرنس جو [illegible] ہوٹل میں ہوئی بڑی کامیاب تھی۔ وہاں سے نکل رہے تھے کہ حضور رحمہ اللہ نے مجھ سے میرے تاثرات دریافت فرمائے۔ نمائندگان پریس نے بڑی دلچسپی لی اور حضور رحمہ اللہ کے جوابات کمال کے تھے۔ اگلے دن اخبارات میں رپورٹیں پڑھ کر پتہ چل گیا کہ میری رائے میں کوئی مبالغہ نہ تھا۔

حضور رحمہ اللہ کی زیورک سے روانگی کا وقت آ گیا۔ مسجد محمود جس میں میری زندگی کا بڑا حصہ گزرا کے دروازے کے سامنے حضور سے آخری بار بغلگیر ہوا۔ اس الوداعی ملاقات نے بہت ہی گہرا نقش چھوڑا۔ میں اپنے جذبات کا قبل ازیں الفضل میں شائع شدہ "ایک میٹھی یاد" میں اظہار کر چکا ہوں تکرار نہیں چاہتا۔ اس کی مٹھاس میری لمبی فرقت میں مٹھاس پیدا کرتی رہی مگر یہ کسے معلوم تھا کہ اپنے پیارے امام سے یہ زندگی کی آخری ملاقات ہے۔ ملنے کے لئے دل تڑپا کئی بار ربوہ جانے کا سوچا مگر جا نہ سکا۔ حضور رحمہ اللہ کی خدمت میں کثرت سے لکھنے کی عادت تھی۔ حضور رحمہ اللہ کے خطوط بھی حضور رحمہ اللہ کے اپنے دستخطوں سے آتے رہے۔ اگر نہ بھی آتے تو پھر بھی میں لکھتا رہتا۔ مجھے اس لکھنے میں ایک راحت محسوس ہوتی تھی۔ لیکن مجھے خوشی ہوئی کہ حضور رحمہ اللہ کبھی مجھے بھولے نہیں۔ ہمارے امیر راجہ نسیم مہدی صاحب کی حضور سے فون پر بات ہوئی اور انہوں نے ذکر کیا کہ حضور رحمہ اللہ نے ان سے میرا حال پوچھا۔ اللہ اللہ! اس قدر ذرہ نوازی میرا دل حضور کے لئے جذبات تشکر سے بھر گیا۔ حضور رحمہ اللہ کی اس غریب نوازی ذرہ نوازی کا میں پہلے بھی مورد رہا ہوں۔ لیکن صحت کے ناساز ہونے کے باوجود ضروری گفتگو میں اس خادم کے لئے گنجائش نکالنا خاص نوازش تھی۔ اور اب حضور رحمہ اللہ کی اس سے قبل بیماری کے شروع ہو جانے کی خبر نے اپنے محسن کے لئے میرے دل میں اور بھی قدر بڑھا دی ہے۔ میں نے حضور کی خدمت میں اس کے بعد دو خط لکھے مگر حضور رحمہ اللہ کی مرض بڑھ گئی تھی انہیں دیکھنا ممکن نہ ہوا ہوگا آٹھ جون کو ایسی خبر آئی کہ جس نے ہلا دیا۔ حضور پر دل کی بیماری کا شدید حملہ ہوا۔ امیر صاحب نے فرمایا کہ ساتھیوں جیرون میں اطلاع کرنے میں مدد کر دو۔ تعمیل کی۔ نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا چھوٹی گھر کے افراد نے نماز باجماعت ادا کی اور ابھی میں نماز میں مصروف ہی تھا کہ فون آیا جو کلثوم نے اٹھایا اور

انا للہ وانا الیہ راجعون

پڑھا۔ ظاہر تھا کہ سب پیاروں سے پیارے نے اپنے بندہ کو اپنے پاس بلا لیا خالق باری اپنا فیصلہ صادر کر چکا تھا اور اس کا بندہ اپنے آخری سانس تک اسلام کی سربلندی میں کوشاں اس کی توحید کے راگ الاپتے ہوئے اس کے حضور حاضر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ان گنت رحمتیں اور برکات اور درود اور سلام ہوں اس آسمان کو جانے والی روح پر کہ اس نے حضرت مرزا ناصر احمد کے جسد خاکی میں پاک زندگی گزاری۔ اسلام اور احمدیت کے درد سے تڑپا کی موعود خلیفہ اسلام و احمدیت پر یقین کے باعث کوئی روک اور کوئی آزمائش اس کی رفتار میں کمی پیدا نہ کر سکی اس متوکل اور اولوالعزم ناصر دین کے قدم میں تیزی آتی گئی جس ایمان سے وہ خود پر ستادہ اس نے آفاق عالم میں اپنے ساتھیوں میں فروغ دینے کی کوشش کی۔ اس انتہائی غم کی فضا میں خبر آئی کہ خدائے حی و قیوم نے ابنائے فارس میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اور نافلہ کو حضور کی نیابت سونپ دی ایک طاہر و مطہر انسان اس مسند پر جلوہ افروز ہوا یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ۔ خوف امن سے بدل گیا پھر نسیم صبا چلنے لگی۔ ہر مخلص احمدی نے عہد و پیمان اور نئے عزم و ایمان کے ساتھ اس نئے امام کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔ اللھم ایدہ امامنا بروح القدس

رمضان المبارک میں خسوف و کسوف کا تازہ نشان

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

از مکرم ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب خلیل ایم اے پی ایچ ڈی زیورک۔ سوئٹزرلینڈ

حضرت خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ محمدیہ کے حق میں جہاں اور بہت سی بشارات دیں وہاں یہ پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راْس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

(ابو داؤد جلد اوّل صفحہ ۲۴۱ مطبع مجتبائی)

ترجمہ: اللہ تعالےٰ اس اُمت میں ہر صدی کے سر پر ایسے شخص بھیجتا رہے گا جو دین کو نیا کرتے رہیں گے یعنی جو تعلیمات باطل انسانوں کی طرف سے شامل ہوتی رہیں گی ان کو دُور کرتے رہیں گے۔ چنانچہ ایسے مجدد دین اسلام میں ہمیشہ ہوتے رہے جن میں سے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ۔ حضرت امام غزالیؒ۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ اور حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جس طرح چودھویں رات کا چاند اپنی تابانی میں مکمل ہوتا ہے۔ اسی طرح چودھویں صدی کے مجدد امام مہدی اور مسیح موعود خاتم المجددین حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت امام مہدی کی علامات میں سے ایک علامت رمضان المبارک کے مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن لگنا ہے اس علامت پر اسقدر زور دیا گیا ہے کہ رسول کریم فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے یہ علامتیں کسی اور کی تصدیق کے لئے ظاہر نہیں ہوئیں"۔ اس بارہ میں دار قطنی ص۱۸۸ میں بیان شدہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں

ان لمھدینا اٰیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس للنصف منہ ولم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض

(بحوالہ دعوۃ الامیر ص۹۵)

یعنی محمد بن علی نے روایت کی کہ ہمارے مہدی کے دو نشان ہیں یہ نشان آسمان و زمین کی پیدائش سے لے کر کبھی ظاہر نہیں ہوئے ایک تو یہ کہ چاند کو پہلی رات میں گرہن لگے گا اور دوسرا یہ کہ سورج کو اسی رمضان کی درمیانی تاریخ میں گرہن لگے گا اور یہ دونوں باتیں آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت سے نہیں ہوئیں۔ اس حدیث کی تشریح میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب دعوۃ الامیر میں تحریر فرماتے ہیں

"یہ نشان اپنے اندر کئی خصوصیات رکھتا ہے ایک تو یہ کہ سوائے مہدی کے کسی مدعی کے لئے یہ نشان کبھی ظاہر نہیں ہوا دوسرے یہ کہ اس نشان پر کتب اہلسنت و شیعہ متفق ہیں کیونکہ دونوں کی کتب حدیث میں اس کا ذکر ہے ... تیسری خصوصیت اس نشان میں یہ ہے کہ پہلی کتب میں انہی علامتوں کے ساتھ مسیح کی آمد ثانی کی خبر دی گئی ہے ... کہ اس وقت سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہیں دے گا (انجیل متی باب ۲۴ آیت ۳) قرآن کریم میں بھی قرب قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت سورج اور چاند گرہن کی بیان کی گئی ہے۔ ... فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر ص۹۶

(تفاصیل کے لئے ملاحظہ ہو دعوۃ الامیر)

حضرت امام مہدی مرزا غلام احمد قادیانی کے ظہور کے چند سال بعد یہ آسمانی نشان ۱۳۱۱ ہجری کے رمضان المبارک مطابق ۱۸۹۴ء میں پورا ہوا۔ چنانچہ یہ ایک ایسا نشان ہے جس میں کسی انسانی ہاتھ کے دخل کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ یہ نشان مہدی کے وقت میں دو مرتبہ واقع ہوں گے چنانچہ حضرت امام مہدی علیہ السلام اپنی کتاب چشمہ معرفت ص۳۱۹ پر رقمطراز ہیں

"یہ دار قطنی کی حدیث ہے کہ مہدی موعود کی یہ بھی نشانی ہے کہ خدا اس کے لئے اس کے زمانہ میں یہ نشان ظاہر کرے گا کہ چاند اپنی مقررہ راتوں میں سے جو اس کے خسوف کے لئے خدا نے راتیں مقرر کر رکھی ہیں۔ یعنی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں) پہلی رات میں گرہن پذیر ہوگا اور سورج اپنے مقررہ دنوں میں سے جو اس کے کسوف کے لئے خدا نے مقرر کر رکھے ہیں (یعنی ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹) درمیانی دن میں کسوف پذیر ہوگا اور یہ دونوں خسوف و کسوف رمضان میں ہوں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ مہدی کے وقت میں یہ دو مرتبہ واقع ہوں گے چنانچہ یہ دونوں مرتبہ میرے زمانہ میں رمضان میں واقع ہو گئے ایک مرتبہ ہمارے اس ملک میں دوسری مرتبہ امریکہ میں اور ہمیں اس بات سے بحث نہیں کہ ان تاریخوں میں خسوف و کسوف رمضان کے مہینہ میں ابتدائے دُنیا سے آج تک کتنی مرتبہ واقع ہوا۔ ہمارا مدعا صرف اسقدر ہے کہ جب سے نسلِ انسانی دنیا میں آئی ہے نشان کے طور پر یہ خسوف کسوف صرف میرے زمانہ میں میرے لئے واقع ہوا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کو یہ اتفاق نصیب نہیں ہوا کہ ایک طرف تو اس نے مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور دوسری طرف اس کے دعوے کے بعد رمضان کے مہینہ میں مقررکردہ تاریخوں میں خسوف کسوف بھی واقع ہو گیا ہو اور اس نے اس کسوف خسوف کو اپنے لئے ایک نشان ٹھہرایا ہو اور دار قطنی کی حدیث میں یہ تو کہیں نہیں ہے کہ پہلے کبھی کسوف خسوف نہیں ہوا بلکہ یہ تصریح کے الفاظ موجود ہیں کہ نشان کے طور پر کبھی کسوف خسوف نہیں ہوا۔"

رمضان سالِ رواں میں خسوف و کسوف

حضرت امام مہدی کے متبعین یعنی جماعت احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی پیشگوئی کے پورا ہونے کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہے اور اللہ تعالےٰ نے سالِ رواں کے رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء یہی نشان دوبارہ بلکہ سہ بارہ ظاہر فرما دیا چنانچہ دیارِ حبیب مکۃ المکرمہ سے شائع ہونے والا رابطۃ العالم الاسلامی کا ہفتہ وار اخبار "العالم الاسلامی" مورخہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں رقمطراز ہے۔

ترجمہ:۔ "رمضان المبارک میں خسوف و کسوف سعودی عرب میں نہیں دیکھا جا سکے گا۔ استاذ محمد عبد الرحیم الخالد مدیر مجمع الفلکی نے بیان دیا ہے کہ اسی مہینہ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ میں سورج اور چاند کا خسوف و کسوف متوقع ہے اگرچہ مملکت سعودیہ میں یہ دیکھا نہیں جا سکے گا۔ چاند گرہن پورے طور پر بشکل ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ اور سورج کے ایک حصہ کا گرہن ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ کو متوقع ہوگا"۔

قارئین کرام! حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی جو ہمارے زمانہ میں دوبارہ بلکہ سہ بارہ پوری ہو چکی ہے یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے وگرنہ وہ دین ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشانی نہ ہو تائیدِ حق نہیں مددِ آسماں نہ ہو

وما علینا الا البلاغ

آخری قسط

سائنسدان اور ہستی باری تعالیٰ

تقریر محترم ڈاکٹر حافظ صالح محمد الہ دین صاحب پروفیسر شعبہ ہیئت عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء

ہستی باری تعالیٰ کے متعلق سائنسدانوں کے خیالات

سورۃ روم کی ۲۲ویں آیت جس کی تلاوت سے میں نے تقریر شروع کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

"اور اس کے نشانات میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف بھی ہے اس میں تمام جاننے والوں کے لئے علم رکھنے والوں کے لئے بڑے نشان ہیں۔"

بہت سے سائنسدان اللہ تعالیٰ کی ہستی کو تسلیم کرتے ہیں اور کئی اپنے علم کو وہ بہت سے خیالات بذریعہ حروف استعمال بھی کرتے ہیں۔ گیلیلیو سائنس نے ذکر کیا تھا کہ دوربین سے آسمان کا مشاہدہ کرنے کے بعد کس انکساری سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی تھی۔ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سیکھنے کی پرزور تلقین کی تھی۔ چنانچہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے سائنس میں بہت ترقی کی تھی۔ ہمارے ملک کے عظیم شخص جواہر لعل نہرو نے اپنی کتاب

GLIMPSES OF WORLD HISTORY

میں عرب سائنسدانوں کے لئے

"FATHERS OF MODERN SCIENCE"

کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ یہ مسلمان سائنسدان خدا کو ماننے والے تھے جنہوں نے اپنی سائنس کی کتابوں کو سورہ آل عمران کی آیت اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے شروع کیا ہے۔

اب تک جتنے سائنس دان گزرے ہیں ان میں SIR ISSAC NEWTON سب سے بڑے مانے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ کائنات خدا کے عقیدے کے بغیر سمجھی ہی نہیں جا سکتی ایک جگہ وہ تحریر فرماتے ہیں:-

ترجمہ:- "یہ حسین نظام جو سورج اور سیارے اور دم دار تاروں پر مشتمل ہے ایک عقلمند اور طاقتور ہستی کے شعور اور تصرف کا ہی نتیجہ ہو سکتا ہے۔"

(OUR SOLAR SYSTEM AND THE STELLAR - UNIVERSE BY CHARLES WHYTE. P. 129)

نیوٹن کے زمانے میں قانون قدرت کا مطالعہ NATURAL PHILOSOPHY کہلاتا تھا SCIENTIST کا لفظ ۱۸۴۰ء میں MR. WILLIAM WHEWELL نے شروع کیا تھا نیوٹن کے نزدیک کائنات کا مطالعہ کر کے خدا کے وجود کا استنباط کرنا NATURAL PHILOSOPHY کے دائرے کے اندر شامل تھا لیکن بعد میں علم کی جو مختلف شعبوں میں تقسیم ہوئی اس کے نتیجہ میں سائنس دان کی تحقیق کا دائرہ دنیا کی مادی اشیاء تک محدود کیا گیا اور یہ سوال کہ کوئی خدا موجود ہے یا نہیں سائنس کے حقیقی دائرے سے باہر سمجھا جاتا تھا اس کے باوجود موجودہ صدی کے سائنس دانوں نے بھی خدا کے بارے میں اپنے خیال کا اظہار کیا ہے۔

بیسویں صدی کے سب سے بڑے سائنسدان DR. ALBERT EINSTEIN سمجھے جاتے ہیں DR. INFELD جن کو DR. EINSTEIN کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا تھا بیان کرتے ہیں کہ DR. EINSTEIN کی سب سے زیادہ توجہ اس بات پر ہوتی تھی کہ خدا نے اس کائنات کو کیسے پیدا کیا ہے؟ DR. INFELD لکھتے ہیں:-

ترجمہ:- "جب EINSTEIN کو نئی بات سوجھتی تھی تو وہ اپنے آپ سے یہ سوال کیا کرتے تھے کہ کیا خدا دنیا کو اس طرح پیدا کر سکتا ہے۔ یا کیا یہ ریاضی خدا کے شایان شان معلوم ہوتی ہے۔" (quest by Infeld p. 258)

کائنات کے حسن و جمال اور اس کے حکیمانہ نظام کا مطالعہ کر کے DR. EINSTEIN یہ الفاظ تحریر فرماتے ہیں

ترجمہ:- "سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ گہرے جذبات جو ہم محسوس کر سکتے ہیں وہ صوفیانہ قسم کے ہیں۔ یہی تمام حقیقی سائنس کا منبع ہیں جو شخص اس جذبہ سے محروم ہے اور وہ حیرت میں مبتلا نہیں ہوتا ہے وہ مردہ کے برابر ہے یہ جاننا کہ جہاں تک ہماری رسائی نہیں وہ دراصل موجود ہے اور وہ اپنے آپ کو اعلیٰ ترین حکمت اور دلربا حسن کے ساتھ منکشف کرتا ہے۔ جسے ہماری کمزور قوت ادراک صرف سطحی طور پر سمجھ سکتی ہیں یہ علم اور یہ احساس اصل مذہبیت کا مرکز ہے۔"

نیز تحریر کرتے ہیں:-

ترجمہ:- "میرا مذہب یہ ہے کہ میں انکساری سے اس غیر محدود بالا ہستی کی ستائش کرتا ہوں جو اپنے آپ کو منکشف کرتی ہے باریک تفاصیل کے ذریعہ جسے ہمارے کمزور دماغ مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ یہ گہرا جذباتی عقیدہ کہ ایک بالاتر حکمت ہستی موجود ہے جو اپنے آپ کو اس نہ سمجھ میں آنے والی کائنات کے ذریعہ منکشف کرتی ہے یہ میرا خدا کے بارے میں تصور ہے۔"

(THE UNIVERSE AND DR. EINSTEIN BY LINCOLN BARNETT)

ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے
پر چپر بھی غافلوں سے وہ دلدار دور ہے
(درثمین)

سائنس کے ذریعہ ہم پر یہ بھی منکشف ہوا ہے کہ یہ کائنات اور اس کی چیزیں ادنیٰ حالت سے ترقی کرتے ہوئے موجودہ شکل کو اختیار کئے ہیں انیسویں صدی کے آخر میں RADIO ACTIVITY کا انکشاف ہوا اور اس علم کے ذریعہ سے زمین کے چٹانوں کی عمر معلوم کی جا سکتی ہے موجودہ تحقیق کے مطابق ہماری زمین کی عمر ساڑھے چار ارب سال ہے۔ ساڑھے چار ارب سال پہلے وہ گرم گیس سے ٹھنڈی ہو کر پیدا ہو رہی تھی۔ اس وقت نہ انسان تھے نہ حیوان۔ نہ درخت نہ دریا نہ پہاڑ۔ زمین پر زندگی کے سب سے پہلے آثار جو ہمیں ملتے ہیں ان کی عمر کا اندازہ ۳ ارب سال ہے Algae Jelly fish جیسے organisms کوئی ۵-۶ کروڑ سال پہلے رونما ہوئے۔ انسان کوئی دس لاکھ سال پہلے رونما ہوا ہے۔ الغرض ہماری زمین کی ساڑھے چار ارب سال کی تاریخ ایک عظیم الشان ارتقاء کا نظارہ پیش کرتی ہے۔ اب سوچیں کہ کیا اتنا عظیم الشان ارتقاء محض اتفاق کا نتیجہ ہو سکتا ہے؟ ہم نے ایسا تو کبھی نہیں دیکھا کہ ایک چھوٹا سا مکان بھی اتفاق سے خود بخود بن گیا ہو۔ کجا یہ پہاڑ یہ سمندر یہ چاند اور یہ انسان کیسے خود بخود اتفاق سے بن گئے۔ کس طرح ایک بے جان چیز سے جان پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جو دنیا کے بہترین دماغ کو دنگ کر دیتا ہے۔ قرآن مجید نے شروع میں ہی ہستی باری تعالیٰ کی یہ دلیل دی ہے کہ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ (۲:۲۹) کہ تم اللہ کا کیسے انکار کر سکتے ہو تم بے جان تھے اس نے تم کو جاندار بنایا ہے۔

پروفیسر ایڈون کانکلن EDWIN CONKLIN پرسٹن یونیورسٹی جو پیدائش خلق کے ماہر سمجھے جاتے ہیں تحریر کرتے ہیں:-

"یہ خیال کہ زندگی کا آغاز محض کسی اتفاقی حادثہ کے نتیجہ میں ہو گیا ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص دعویٰ کرے کہ لغت کی کوئی مکمل کتاب کسی چھاپہ خانے کے اتفاقی دھماکہ کے نتیجہ میں خود بخود چھپ گئی ہے۔"

(ریڈرز ڈائجسٹ بابت ماہ جنوری ۱۹۵۶ء بحوالہ بدر ۲۳/۲/۵۹)

پروفیسر R. A. MILLIKAN جنہوں نے فزکس میں یہ نمایاں کارنامہ کیا تھا کہ اپنے تجربہ سے ELECTRON کو شناخت کیا تھا اور اس کا چارج معلوم کیا تھا۔ وہ اپنی کتاب SCIENCE AND LIFE کے اختتام پر یہ تحریر کرتے ہیں:-

ترجمہ:- "اگر کوئی ایسا انسان ہے جو اپنے مذہبی عقیدے کی آواز کے نتیجے میں یا اس غیر جانبدارانہ شہادت کے نتیجے میں جو کائنات عالم کی تاریخ مہیا کر رہی ہے اس بات پر ایمان نہیں لاتا کہ خدا

نے آپ کو انسان پر تدریجاً منکشف کرتا رہا ہے اگر کوئی ایسا انسان ہے جو ان دونوں میں سے کسی ذریعہ سے بھی اپنے اندر یہ احساس پیدا نہ کر سکا کہ ہماری زندگی ایک معنی اور مقصد رکھتی ہے اگر ایسی گہری مایوسی دنیا میں پائی جاتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میں اور میرے متعلقین اس سے جس قدر ممکن ہو دُور رہ سکیں اگر اس زندگی کا حسن اور معنی اور مقصد جو سائنس اور مذہب دونوں کے ذریعہ منکشف ہو رہا ہے یہ محض ایک خواب ہے تو مجھے اس خواب میں ہمیشہ رہنا منظور ہے۔"

موجودہ علم ہیئت کی رُو سے ہماری کائنات کی عمر کا اندازہ کوئی ۲۰ ارب سال ہے اور ظاہر ہے کہ جس کی عمر معلوم کی جا سکتی ہے وہ ہمیشہ سے نہیں ہے کئی سائنسدان کائنات عالم کے اس پہلو کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ کائنات ایک خدا کی طرف اشارہ کرتی ہے امریکہ سے ۱۹۵۸ء میں ایک کتاب شائع کی گئی تھی جس کا عنوان ہے۔

"THE EVIDENCE OF GOD IN AN EXPANDING UNIVERSE"

اس کتاب کے ایڈیٹر MR. JOHN CLOVER MONSMA ہیں۔ انہوں نے موجودہ زمانہ کے چالیس سائنس دانوں کے مضامین کو جمع کیا ہے جو سائنس کے مختلف شعبوں میں کام کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک نے اپنے مضمون میں اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ اس کائنات کا ایک خدا ہونا چاہیئے۔ یہ کتاب ہندوستان سے بھی ۱۹۶۸ء میں شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب کی بنیاد اس مشاہدے پر ہے کہ تمام GALAXIES ایک دوسرے سے دُور ہوتی جا رہی ہیں لہٰذا ماضی میں وہ ایک دوسرے کے قریب تھے۔ تخلیق کائنات کے متعلق اس وقت جو نظریہ مقبول ہے وہ یہ ہے کہ آج سے کوئی ۲۰ ارب سال پہلے تمام کہکشائیں GALAXIES جڑے ہوئے تھے لہٰذا جب ہم ماضی کی طرف نظر دوڑائیں تو وہ زمانہ آتا ہے جب تمام مادہ جو اس وقت تمام کہکشاؤں پر مشتمل ہے وہ ایک چھوٹی سی جگہ میں محصور تھا پھر ایک عظیم دھماکہ BIG BANG ہوا اور مادہ پھٹ کر کئی اجزاء میں منقسم ہوا اور وہ اجزاء ایک دوسرے سے دُور ہوتے چلے گئے اور ان سے GALAXIES اور سورج تیار ہوئے۔

امریکہ کے ایک سائنسدان HARRY L. SHIPMAN اپنی کتاب —— BLACK HOLES, QUASARS AND THE UNIVERSE میں تحریر کرتے ہیں:-

ترجمہ:- "عظیم دھماکہ کا نظریہ ایک سوال کا جواب نہیں دے سکتا کس نے اس مادہ کو پیدا کیا جو بڑے دھماکے سے پھٹا اس کا ہیئت دان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے ہماری نظر وہاں تک بھی پہنچ جاتی ہے جبکہ کائنات پیدا ہو کر چند سیکنڈ ہوئے تھے لیکن ہماری نظر وہاں جا کر رُک جاتی ہے۔"

چنانچہ قرآن کریم نے ہستی باری تعالیٰ کی یہ پیاری دلیل بھی دی ہے کہ

اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (۵۳: ۴۳)

یعنی ہر ایک چیز کی انتہا آخر ایک ایسی ہستی پر ہوتی ہے کہ جس کو انسان اپنے عقل کے دائرہ میں نہیں لا سکتا اور وہی خدا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وجود ایک ثابت شدہ حقیقت ہے

الغرض ہماری عقل یہ کہتی ہے کہ اس کائنات عالم کا ضرور ایک خدا ہونا چاہیئے لیکن سائنس کا یہ طریق ہے کہ کوئی بات، خواہ وہ کتنی ہی معقول ہو اس کے لئے وہ مشاہدہ اور تجربہ سے تصدیق طلب کرتی ہے اور وہ بات ایک ثابت شدہ حقیقت اس وقت تسلیم ہوتی ہے جب مشاہدہ اس کے حق میں فیصلہ کرے اگر مشاہدہ اس کے خلاف ہو تو اس کو رد کر دینا پڑتا ہے اس سلسلہ میں سائنس کی تاریخ کی ایک مشہور مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک لمبے زمانے تک دنیا کے دانشوروں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر مختلف چیزوں کو اوپر سے نیچے پھینکا جائے تو جن چیزوں کا زیادہ وزن ہوگا وہ جلد نیچے پہنچ جائیں گی اور جن کا وزن کم ہوگا وہ دیر سے گریں گی۔ گیلیلیو GALELIO نے اٹلی کے ملک میں اپنا مشہور تجربہ کیا۔ مختلف چیزوں کو انہوں نے ایک مینار TOWER OF PISA پر سے نیچے پھینکا اُن کے تجربے نے یہ بتایا کہ تمام چیزوں کو گرنے کے لئے برابر وقت لگتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ زیادہ وزنی چیز جلدی گر جائے گیلیلیو کے اس تجربہ نے صدیوں کے دانشوروں کے عقیدے کو غلط ثابت کر دیا اور ان کا یہ مشاہدہ فزکس کی ترقی کے لئے بنیادی اہمیت کا حامل بنا اور علم حاصل کرنے کا یہ طریقہ جو انہوں نے اختیار کیا کہ تجربہ کیا جائے سائنس میں ہمیشہ کے لئے مشعلِ راہ بن گیا

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کا عقیدہ صرف عقلاً ثابت ہے؟ یا اس کی تائید میں مشاہدات بھی ہیں۔ خدا کوئی مادی چیز نہیں کہ ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ جب شروع شروع روس نے خلائی جہاز فضا میں بھیجا تو مسٹر خروشچف نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہمیں کہیں بھی خدا نظر نہیں آیا۔ قرآن مجید نے تو یہ بات چودہ سو سال پہلے ہی بتا دی تھی کہ

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ آنکھیں اس تک نہیں پہنچ سکیں گی۔ کیونکہ وہ لطیف ترین ہستی ہے لیکن قرآن مجید نے اس کے ساتھ ہی خدا کو تلاش کرنے والوں کو یہ تسلی بھی دی ہے کہ وہ خبیر بھی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ انسان کی روحانی زندگی اس کے عرفان کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وہ خود آنکھوں تک آ جاتا ہے یعنی اپنے بندوں کو اپنا مشاہدہ کراتا ہے چنانچہ زمانہ قدیم سے دنیا میں ایسے بندے پیدا ہوتے رہے ہیں جن سے خدا کلام کرتا رہا ہے۔ ہم خواہ بائیبل کو یا وید کو پڑھیں یا قرآن مجید کو واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ دنیا کی تاریخ یہ پکار پکار کر کہتی ہے کہ خدا اپنے پیارے بندوں سے ہر زمانہ میں باتیں کرتا رہا ہے ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اس غیب کی خبریں دی تھیں جو اس زمانہ میں پوری ہو کر ہمارے ایمانوں کو مضبوط کر رہی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلامی کا سلسلہ جاری ہے حضرت شیخ عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت گورو بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں نے اپنے نمونہ سے ہمیں بتایا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ زمانے میں مقدس بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی تحدی کے ساتھ اس بات کو پیش فرمایا ہے کہ خدا اپنے پیاروں سے اب بھی بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ یہ خیال غلط ہے کہ اس زمانہ میں وہ سُنتا ہے لیکن بولتا نہیں اس کی کوئی صفت معطل نہیں۔ چنانچہ آپ نے دنیا کو اس سائنسی عہد میں یہ اہم ترین پیغام دیا ہے کہ خدا اب بھی اپنے پیاروں سے بولتا ہے آپ فرماتے ہیں ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

نیز آپ فرماتے ہیں ؎

خدا پر خدا سے یقین آتا ہے
وہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہے
کوئی یار سے جب لگاتا ہے دِل
تو باتوں سے لذت اُٹھاتا ہے دِل

ایک دفعہ لدھیانہ میں ایک انگریز نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پوچھا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا آپ کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا "ہاں"۔ اس پر اس نے پوچھا وہ کس طرح کلام کرتا ہے؟ حضور نے فرمایا اس طرح جس طرح اس وقت آپ مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۲۰۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کے خلفاء کرام سے بھی ہم یہ سُنتے چلے آ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے اور اُن کو غیب کی خبریں بتاتا ہے۔ دُوسرے مقربین بھی اس نعمت سے حصہ پاتے ہیں چنانچہ حالیہ میں مشہور آفاق سائنسدان پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب جو ہمارے ملک میں تشریف لائے تھے اور اُن سے مختلف سوالات کئے گئے تو انہوں نے بتایا کہ ان کے والد حضرت چودھری محمد حسین صاحب مرحوم صوفی تھے ان کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ ذاتی تعلق تھا

ILLUSTRATED WEEKLY OF INDIA - 1-7-FEB. 1981

ایسے مقربین کا مسلسل پایا جانا جن کو خدا تعالیٰ کے بارے میں ذاتی تجربہ تھا ہستی باری تعالیٰ کی بیّن دلیل ہے

الغرض اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا نہ صرف عقلی دلائل سے ثابت ہے بلکہ نیک لوگوں کا تجربہ اور مشاہدہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے کہ خدا موجود ہے لہٰذا یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "ہمارا خدا" میں کیا خوب فرماتے ہیں:-

"سائنس اگر ہمارے مشاہدہ پر حملہ کرے تو وہ اپنی جڑ پر تیشے

(باقی صفحہ ۔۔ پر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو اہم کارنامے

اسلام پر ہونے والے حملوں کا دفاع ۔ اور ۔ اُمتِ مسلمہ کی اصلاح

از محترم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل دہلوی ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

مندرجہ ذیل اقتباسات کو بنظرِ غائر ملاحظہ فرمایئے :-

(۱) "یہ دیکھنا چاہیئے کہ اُنیسویں صدی کے نصفِ آخر میں عالمِ اسلامی کی کیا حالت تھی ۔ اور اس کے کیا حقیقی مسائل و مشکلات تھے ۔ اس عہد کا سب سے بڑا واقعہ جس کو کوئی مورخ اور کوئی مصلح نظر انداز نہیں کر سکتا یہ تھا کہ اسی زمانہ میں یورپ نے عالمِ اسلام پر بالعموم اور ہندوستان پر بالخصوص [illegible] کی تھی ۔ اس کے جلو میں جو نظام [illegible] وہ خدا پرستی اور خدا شناسی [illegible] سے عاری تھا ۔ جو تہذیب تھی وہ الحاد اور نفس پرستی سے معمور تھی ۔ عالمِ اسلام ، ایمان ۔ علم اور [illegible] طاقت میں کمزور ہو جانے کی وجہ سے اس نو خیز و مسلح مغربی [illegible] کا آسانی سے شکار ہو گیا ۔"

(۲) "دوسری طرف عالمِ اسلام مختلف دینی و [illegible] بیماریوں اور کمزوریوں کا شکار تھا ۔ اس کے چہرے کا سب سے بڑا داغ وہ شرکِ جلی تھا جو اس کے گوشہ گوشہ میں پایا جاتا ہے ۔ قبریں اور تعزیئے بے حجابا پُج رہے تھے غیر اللہ کے نام کی صاف صاف دُہائی دی جاتی تھی ۔ بدعات کا گھر گھر چرچا تھا ۔ خرافات اور توہمات کا دور دورہ تھا ۔ یہ صورتِ حال ایک ایسے دینی مُصلح اور داعی کا تقاضا کر رہی تھی جو اسلامی معاشرہ کے اندر جاہلیت [illegible] کے اثرات کا مقابلہ اور مسلمانوں کے گھروں میں اس کا تعاقب کرے ۔ جو پوری وضاحت اور جراُت کے ساتھ توحید اور سُنت کی دعوت دے ۔ وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ کا نعرہ بلند کرے ۔"

(۳) "اگر آج خدا کی توحید کا سبق دینے والا اور دُنیا میں وحدت کی یگانگی پھیلانے والا تھوڑی ہی دیر کے لئے ہمارے بیچ آ وے اور اپنی اُمت کا حال دیکھے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری اور سارے عالم کی جان ہے کہ مشکل سے پہچانے گا کہ یہ اس کی وہی اُمت ہے جس کو اس نے توحید کا سبق سکھایا ۔"

پہلے دونوں اقتباس مولوی ابوالحسن ندوی کی کتاب "قادیانیت" سے ماخوذ ہیں ۔ اور تیسرا اقتباس انیسویں صدی کے سیاسی مصلح سرسید احمد خان کی کتاب "تہذیب الاخلاق" جلد اوّل صفحہ ۲۴۴ سے لیا گیا ہے ۔

اِن اقتباسات میں مسلمانوں کی حالتِ زار کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ انیسویں صدی کے آخر میں عالمِ اسلام ، ایمان ۔ علم اور مادی طاقت کے لحاظ سے کمزور ہو چکا تھا ۔ ندوی صاحب کے دوسرے اقتباس سے اس امر کا بھی احساس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی یہ خراب حالت ایک ایسے دینی مصلح کا تقاضا کر رہی تھی جو اسلامی معاشرہ کے اندر جاہلیت کے اثرات کا مقابلہ کرے اور مسلمانوں کو توحید و سُنت کی دعوت دے ۔ چنانچہ ضرورتِ زمانہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر قادیان کی گمنام بستی میں ایک مصلح کو مبعوث فرمایا ۔ جس نے بانگِ دہل مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں یورپ کی الحادی تہذیب سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں ۔ اور نہ ہی کفر و تثلیث کے تسلط سے دلگیر ہونے کی ضرورت ہے ۔ کیونکہ خدا نے مجھے اسلام کے قالب میں زندگی اور تازگی کی نئی روح پھونکنے اور مسلمانوں کو پھر سے عہدِ رفتہ کی شان و شوکت سے ہمکنار کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے ۔

آیئے ! اس امر کا جائزہ لیں کہ اس مصلحِ عظیم اور بطلِ جلیل نے جس کا نامِ نامی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہے اس زمانہ میں مبعوث ہو کر اسلام پر ہونے والے حملوں کا دفاع کس طرح کیا ۔ اور اُمتِ مسلمہ کی اصلاح کس رنگ میں فرمائی ۔

اوّل آپ نے اسلام پر ہونے والے حملوں کا دفاع کرنے کے لئے براہین احمدیہ نامی کتاب تصنیف فرمائی ۔ اور اس میں اسلام کی حقانیت اور قرآن مجید کی صداقت پر زبردست دلائل رقم فرمائے ۔ اس کتاب کی اشاعت سے دشمنوں کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی ۔ اس عظیم کتاب کے بارہ میں مولانا محمد شریف صاحب بنگلوری نے تحریر فرمایا :-

"کتاب براہین احمدیہ ثبوت قرآن و نبوت میں ایک ایسی بے نظیر کتاب ہے جس کا ثانی نہیں ۔ مصنف نے اسلام کو ایسی کوششوں اور دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ ہر منصف مزاج یہی کہے گا کہ قرآن کتاب اللہ اور نبوت پیغمبر آخر الزمان حق ہے ۔ دینِ اسلام من جانب اللہ اور اس کا پیرو حق آگاہ ہے ۔ عقلی دلیلوں کا انبار ہے ۔ خصم کو نہ جائے گریز اور نہ طاقتِ انکار ہے ۔ جو دلیل ہے بیّن ہے ۔ جو برہان ہے روشن ہے ۔ آئینۂ ایمان ہے ۔ لُبِ لُباب قرآن ہے ۔ ہادی طریقِ مستقیم ۔ مشعلِ راہ قویم ۔ مخزنِ صداقت معدنِ ہدایت ۔ برقِ خرمنِ اعداء ۔ عدو سوز ہر دلیل ہے ۔ مسلمانوں کے لئے تقویت ۔ کتاب الجلیل ہے ۔"

(منشورِ محمدی ۲۵ رجب ۱۳۰۰ھ)

اسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں یہ ریویو کیا :-

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی ۔ آئندہ کی خبر نہیں ۔ لعل اللّٰہ یحدث بعد ذٰلک امرًا ۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے ۔"

(رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ [illegible])

دوئم براہین احمدیہ کے بعد آپ نے تصانیف کا ایک سلسلہ شروع فرمایا ۔ اور ۸۹ کے قریب کتب تحریر فرمائیں ۔ بے شمار اشتہارات اور پمفلٹ اس کے علاوہ ہیں ۔ ان تصانیف میں آپ نے اسلام کی دیگر ادیان پر فوقیت کو ظاہر کیا اور یورپ کے پادری جس دجل کو لے کر اُٹھے تھے اس کو پاش پاش کر دیا ۔ حیاتِ مسیح ناصری کے باطل عقیدہ کی تردید میں آپ نے قرآن مجید احادیث ۔ انجیل ۔ تاریخ اور عقلی و نقلی دلائل سے یہ ثبوت دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے نہ ہی وہ تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر گئے ۔ بلکہ انہوں نے ۱۲۰ سال کی عمر میں طبعی وفات پائی اور ان کی قبر کشمیر میں سرینگر کے محلہ خانیار میں موجود ہے ۔

آج نہ صرف بہت سے عیسائی حلقے بلکہ اکابر علماء بھی اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں ۔

سوئم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اہم بات دُنیا کے سامنے یہ رکھی کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے جو آج بھی ہم سے بولتا ہے اور ہماری دُعاؤں کو سُنتا ہے ۔ اس سلسلہ میں آپ کا وہ مضمون جو آپ نے جلسۂ اعظم مذاہب لاہور کے لئے بنصرتِ ایزدی تحریر فرمایا ، ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے ۔ یہ مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے شائع ہو کر دُنیا سے تحسین حاصل کر چکا ہے ۔ اس مضمون سے اسلام کے زندہ خدا کا ثبوت یوں ملا کہ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت بذریعہ الہام آپ کو مطلع فرما دیا کہ :-

"یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب رہے گا ۔"

چنانچہ اس معرکۃ الآراء مضمون کے بارہ میں اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے اپنے تاثرات یوں قلمبند کئے :-

"سب مضمونوں سے زیادہ توجہ اور دلچسپی سے (حضرت) مرزا غلام احمد قادیانی کا مضمون سُنا گیا ۔ جو اسلام کے بڑے بھاری مؤید اور عالم ہیں ۔ اس لیکچر کو سُننے کے لئے دور و نزدیک سے ہر مذہب و ملت کے لوگ بڑی کثرت سے جمع تھے ۔ چونکہ مرزا صاحب خود شاملِ جلسہ نہ ہو سکے اس لئے مضمون اُن کے ایک قابل اور فصیح شاگرد مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا ۔ ۔ ۔ ۔ لوگوں نے اس مضمون کو ایک وجد اور محویت کے عالم میں سُنا اور پھر کمیٹی نے اس کے لئے جلسہ کی تاریخوں میں ۲۹ دسمبر کی زیادتی کر دی ۔"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور دسمبر ۱۸۹۶ء)

اسی طرح اخبار چودھویں صدی نے لکھا :-

"ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روحِ رواں تھا (حضرت) مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا کہ سامعین لٹو ہو گئے فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند ہو رہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سُنا ۔"

(اخبار چودھویں صدی راولپنڈی یکم فروری ۱۸۹۷ء)

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

جماعتِ احمدیہ پر افضالِ سماوی کا پیہم نزول اور مخالفین کی خام خیالیاں

از مکرم منیر احمد صاحب بانی سیکرٹری تحریکِ جدید جماعتِ احمدیہ کلکتہ

(۱)

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اوّلین مقصد توحید باری تعالیٰ کا قیام ہوتا ہے۔ جب بھی خداتعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ کو مبعوث فرماتا ہے تو اس کا پہلا پیغام اپنی قوم کے لئے یہی ہوتا ہے کہ:-

یٰقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰہٍ غیرہٗ

خداتعالیٰ کی قدیم سے یہی سنّت چلی آرہی ہے کہ وہ منصبِ نبوّت پر اپنے ایسے بندہ کو فائز کرتا ہے جو دُنیا والوں کی نظر میں غریب، بے کس، گمنام اور بے ہنر سمجھا جاتا ہے۔ اور ابتداء میں اس مامور پر ایمان لانے والے بھی وہ سعید الفطرت افراد ہی ہوتے ہیں جو طبقۂ غرباء میں شمار کئے جاتے ہیں ۔۔۔ خداتعالیٰ کی چار بنیادی صفات ہیں ان میں سے ایک مالکِ یوم الدین ہے یعنی وہ دین کے وقت کا مالک ہے۔ نبی کے بعثت کے زمانہ میں اس کی قدرتِ خاص کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ اپنی اس غریب جماعت کو غیر معمولی ترقیات سے نوازتا ہے۔ اس کے افضال کا نزول مسلا دھار بارش کی طرح ہوتا ہے۔ معمولی مساعی اور قربانیوں کے ایسے خوشکن نتائج نکلتے ہیں جو عام قدرت کے تحت ممکن نہیں۔ اس لئے مخالفین کا گروہ طرح طرح کے اتہام باندھتا ہے۔ وہ مامورِ زمانہ کی اس غیر معمولی کامیابی و کامرانی کا منبع خداتعالیٰ کی ذات کو نہیں سمجھتا بلکہ یہ گمان کرتا ہے کہ فلاں بڑی طاقت ان کے پس پشت ہے اور فلاں گروہ ان کے لئے مخفی طور پر کارفرما ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد جماعتِ احمدیہ کے افراد نے اپنے اپنے وقت پر سب مخالفانہ اتہام اور طعنے سُنے ہیں۔ اور یہ جھوٹا الزام مومنوں کے عزم بالجزم کو شکست دینے کی بجائے ان کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث ہوا۔ ان تمام مخالفانہ آندھیوں، طوفانوں اور الزام تراشیوں کے باوجود ہماری جماعت کی ترقی کا راکٹ برق رفتاری سے بلند سے بلند تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

(۲)

خداتعالیٰ کا ماٗمور ایک بشر ہوتا ہے وہ اپنے مشن کی تکمیل کے بعد اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو جاتا ہے۔ وہ ایک بیج بونے آتا ہے جب وہ بیج بویا جاتا ہے تو خداتعالیٰ اس کی نگہداشت اور آبیاری کے لئے نظامِ خلافت قائم فرماتا ہے۔ خلافت نبوّت کا تتمہ ہوتی ہے اور نبوّت کے نور اور برکات کو ممتد کرتی ہے۔ نبی کے زمانہ میں جو بیج بویا گیا۔ وہ اب ایک تنا ور درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور برکاتِ خداوندی اس طرح نازل ہوتی ہیں کہ CALCULATOR اور کمپیوٹر بھی ان کا شمار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان افضال و برکات کا منبع وہ عظیم ہستی ہوتی ہے۔ جس کا یہ وعدہ ہے یرزق من یشاء بغیر حساب۔ جماعت کا مرکزی آرگن "الفضل" روزانہ ہی ہم لوگ پڑھ کر اپنے ایمان تازہ کرتے ہیں۔ چند رُوح پرور خبروں کی سُرخیاں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) "حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۷۴۵ سال کے بعد سپین میں مسجد کا افتتاح فرمایا۔"

(۲) "جاپان میں مشن کے لئے مکان خرید لیا گیا۔"

(۳) "نائیجیریا میں ہسپتال کا افتتاح۔

(۴) سپرانٹو زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ شائع ہو گیا۔

(۵) "لونگے انٹرنیشنل ائر پورٹ سیرالیون پر جو دھویں احمدیہ سیکنڈری سکول کا سنگِ بنیاد۔

وعلیٰ ہذا القیاس۔ لیکن ہمارے مخالفین اپنی اُسی پرانی ڈگر پر رواں دواں ہیں ایک طبقہ کہتا ہے کہ "یہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے"۔ بعض "صالحین" اس "یقین" پر قائم ہیں کہ اسرائیل ان کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ سوئٹزرلینڈ والوں کا خیال ہے کہ عرب شیوخ کے پیٹرو ڈالر اشاعتِ اسلام کی اس مہم میں خرچ ہو رہے ہیں۔ قارئین کے ازدیادِ ایمان کے لئے چند "تازہ ترین" انکشافات درج ذیل ہیں:-

(۳)

امسال مارچ کے انگریزی، اُردو اور ہندی اخبارات میں پاکستان کے حوالہ سے یہ "مصدقہ" اطلاع شائع ہوئی ہے کہ:-

"برطانوی وزیرِ اعظم مسز تھیچر نے حکومت پاکستان سے استدعا کی ہے کہ ان "مرزائیوں" کو پھر سے مسلمان سمجھا جائے .... !"

اس من گھڑت اور بے بنیاد خبر کا مقصد صرف یہ پراپیگنڈہ کرنا ہے کہ مرزائی انگریزوں کے فرزند اور اُن کا خود کاشتہ پودا ہیں اس جگہ دو باتیں قابلِ غور ہیں۔

(۱) مرزائی کوئی ایسی قوم نہیں جو ایشیائے کوچک میں بستی تھی اور کسی انقلاب کے نتیجہ میں آ کر قادیان کے گرد و نواح میں آ بسی اور انگریزوں نے اپنی مطلب براری کے لئے انہیں پھانس لیا جماعتِ احمدیہ کے افراد دُنیا کی ہر قوم ملک اور طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ وہ احباب ہیں جنہوں نے ماٗمورِ زمانہ کی آواز کو سُنا۔ اور آمنّا و صدّقنا کہا اور اپنے امام کے ہر حکم پر قربان ہونے کے لئے ہمہ تن تیار رہیں

(۲) — کامن سنس کی بات ہے کہ عیسائیوں (انگریزوں) اور خود مسلمانوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آج تک چرخ چہارم پر بٹھا رکھا ہے۔ اگر احمدیت (نعوذ باللہ) انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہوتی" تو مرزائی اس بات کی تبلیغ کرتے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو سادہ میں آسمان پر تشریف فرما ہیں اس کے برخلاف کاسر الصلیب نے آ کر بانگِ دہل اعلان کیا کہ ؎

ابن مریم مر گیا حق کی قسم

اور خداتعالیٰ کے عطا کردہ حقائق اور شواہد سے مسیح کی موت ثابت کر کے عیسائی مذہب کے خاتمہ کی بُنیاد رکھ دی !۔

(۴)

اب آپ سوئٹزرلینڈ کے اخبار "DAVOSER ZEITUNG" کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے اور سر دُھنیئے :-

"یہ بات اب ایک کُھلا راز بن چکی ہے کہ تیل سے حاصل ہونے والی دولت جو کہ ہر موٹر کار رکھنے والا عرب شیوخ کو بطور خراج ادا کرتا ہے۔ اب اس فنڈ کی طرف منتقل ہو رہی ہے جس کا مقصد اسلام کی اشاعت ہے۔ خصوصًا جماعتِ احمدیہ نے دُنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ کا ایک غیر معمولی منصوبہ شروع کر رکھا ہے۔ اس جماعت کا آغاز ہندوستان کے ایک مسلمان رفقاء مرزا غلام احمد نے کیا جو مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی کے خود اپنی ذات میں پورا ہونے کے مدعی ہیں۔ زیورک میں اس مشن کی ایک مسجد ہے۔ یہ مسلم تبلیغی جماعت کتنی فعال ہے اس کا پتہ اس سے لگتا ہے کہ یہ جماعت آجکل رُدمانشی زبان میں فولڈرز چھاپ کر تقسیم کر رہی ہے جو کہ گھروں تک پہنچایا جا رہا ہے۔ اس میں انہوں نے بڑی دلیری سے یہ لکھا ہے کہ:-

"اسلام تمام سچائیوں کی بنیاد ہے ..... جو بھی شخص قرآن کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنائے گا۔ اور اس کے تمام احکام پر عمل کرے گا اور ایک خدا کے وجود پر یقین رکھے گا وہ نجات پائے گا اور اس کے سوا دنیا میں اور کوئی حقیقی نجات نہیں ہے"۔

(منقول از الفضل ۳ ؍ مارچ ۱۹۸۲ء)

(۵)

کبیرا۔ کلکتہ سے ۳۰ میل کی مسافت پر ایک درمیانے درجے کا موضع ہے۔ یہاں ۱۹۶۲ء میں سب سے پہلے مکرم ماسٹر مشرق علی صاحب ایم اے کو احمدیت کی نعمت نصیب ہوئی۔ اب وہاں خداتعالیٰ کے فضل و کرم سے دو صد احباب کی ایک فعّال اور مخلص جماعت قائم ہے۔ اس غریب جماعت نے ایک قطعہ زمین کا مسجد کے لئے وقف کیا اور جماعت کلکتہ کے مالی تعاون سے ایک مسجد تعمیر کی ۷ ؍ مارچ ۱۹۸۲ء کو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مسجد کا افتتاح فرمایا۔ اب آپ "صالحین" کی جماعت کے آرگن ماہوار بنگالی رسالہ "قلم" کا اقتباس پڑھیں۔ یہ خود ساختہ صالحین اس اصول پر کاربند ہوتے ہیں کہ "محبت اور جنگ میں سب جائز ہے" اخبار مذکور "قادیانی کہانی" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے

(باقی صفحہ ۳۱ پر)

"گلشنِ احمد کی عندلیبِ خوشنوا"

حضرت مولانا مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا و روس

از مکرم الحاج ملک کریم ظفر صاحب مقیم شکاگو امریکہ

جانثاری، ایثار اور محبت کی آمیزش کا قانون قدرت اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اس عالم آب و گل پر حاوی ہے اور انسانی کوششیں و تدبیر ایسے فیصلوں کے سامنے بالکل بے دست و پا۔ یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے میں اپنے آپ کو بالکل بے بس پاتا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ اپنے مضمون کا آغاز کیسے اور کہاں سے کروں۔ بقول شاعر اپنی کیفیت بھی کچھ ایسی نوعیت کی ہے کہ

بندِ شکیب توڑ کر آنسو برس پڑے
اپنوں پہ بھی نہیں ہے مجھے اختیار دیکھو

والد محترم حضرت مولوی ظہور حسین صاحب رض کی زیست اپنے اندر کچھ ایسی ہمہ گیری لئے ہوئے تھی کہ اس کا یکجائی تجزیہ کرتے وقت زبان سے بے اختیار یہی نکلتا ہے کہ

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار

آپ کو باغِ احمد کی عندلیب کہوں یا سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام اور آپ کے خلفائے عظام کا عاشقِ صادق، ایک باوفا خادمِ احمدیت کا نام دوں، یا ایک عظیم باپ کہہ کر پکاروں۔ بہر صورت آپ کی دلنواز شخصیت بھرپور اوصاف اور خصوصیات کی حامل دکھائی دیتی ہے۔ آپ کی جانثاری اور فدائیت کا یہی عالم تھا کہ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ آج بھی میرے ذہن کے پردہ پر منقش ہیں جو آپ نے لاہور میں ارشاد فرمائے اور جو آج تاریخ احمدیت کا ایک باب بن چکے ہیں:-

"مولوی ظہور حسین صاحب ..... جب انہوں نے مولوی فاضل پاس کیا تو اس وقت لڑکے ہی تھے ..... میں نے کہا کہ روس جاؤ گے ..... تو پاسپورٹ نہیں ملے گا کہنے لگے کہ بے شک نہ ملے میں بغیر پاسپورٹ کے ہی اس ملک میں تبلیغ کے لئے جاؤں گا آخر وہ گئے اور دو سال تک جیل میں رہ کر انہوں نے بتا دیا کہ خدا نے کیسے کام کرنے والے مجھے دیئے ہیں۔ خدا نے مجھے تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائی میں چھلانگ لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں۔ میں انہیں جلتے ہوئے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے ہوئے تنوروں میں اپنے آپ کو گرا دیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی، اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوتی تو میں اس وقت تمہیں دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہو جانے کا حکم دیتا اور وہ سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتا۔"

(الفضل ۱۸ فروری ۱۹۵۸ء)

سرزمین روس روزِ قیامت آپ کے صبر و استقلال، جرأت، بامرادی اور وفاداری پر یقیناً شاہدِ ناطق ہو گی۔ آپ کے جسدِ خاکی پر پڑنے والے وحشت و بربریت کے نشانات بھی آپ کے نامۂ اعمال میں دمکتے ہوئے موتیوں کی طرح جگمگا رہے ہوں گے۔ ایک روز ایسا ہی سماں تھا کہ آپ روس میں بیتے ہوئے ایام کو دہرا رہے تھے تا ہمارے ایمانوں میں تازگی اور جلا پیدا ہو اور اسی دوران آپ نے بتایا کہ "ایام زنداں میں ایک رات عالم خواب میں حضرت المصلح الموعود رض نے مجھے فرمایا کہ میں نے تمہیں تبلیغ کے لئے بھجوایا ہے اس لئے نہیں کہ اس پہلو میں غفلت ہو چنانچہ میں نے ٹوٹی پھوٹی روسی زبان سے جو میں نے قید و بند کی صعوبتوں میں ہی سیکھی تھی اپنے قریبی ساتھیوں کو تبلیغ کرنا شروع کر دی جس سے کچھ دوستوں نے اطمینان ہونے پر حق کو قبول بھی کر لیا۔"

میں حیران ہوتا ہوں کہ کس طرح آپ نے اس صبر آزما وقت میں بھی اپنے امام کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھ کر پیغامِ حق کو دوسروں تک پہنچایا اور اسوۂ یوسفی پر عمل کیا۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کو میں نے ہمیشہ ہی ایک بے انتہا شفیق باپ کے روپ میں دیکھا اگر آپ کو کوئی بات ناگوار گزری اور ناراضگی کا موجب بنتی تو وہ ہماری بعض اوقات نمازوں میں کوتاہی ہوتی۔ تربیت کرنے کا ایسا پُر اثر انداز تھا کہ آج بھی ذہن پر نقش ہے۔ ہمیں جب بھی جیب خرچ دیتے تو فرماتے "بیٹا پہلے چندہ ادا کرنا اور پھر کچھ اور خرچ کرنا"۔ اسی طرح بچپن سے ہی آپ نے ہمیں یہ احساس دلانا شروع کیا کہ اپنے ہاتھ سے چندہ دیں۔ مالی قربانی کا جذبہ ابھارنے کے لئے وقتاً فوقتاً ہمیں ترغیب و تحریص دلاتے رہتے۔ مالی حالات میں بظاہر تنگی کے باوجود سائل کو مقدور بھر ضرور دیتے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "سوالی کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ" پر سختی سے عمل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری عمر آپ کی سفید پوشی کا ایسا بھرم رکھا کہ کسی کو آپ کی مالی پریشانیوں کا ذرا بھی احساس نہ ہو سکا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مجموعہ کلام "درثمین" اکثر زیرِ مطالعہ رہتا اور ہمیشہ آپ کی یہی خواہش اور کوشش ہوتی کہ ہم سب بہن بھائی بھی حضور علیہ السلام کے اشعار زبانی حفظ کر لیں۔ چنانچہ جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو بچہ ایک شعر یا دو شعر درثمین اور کلام محمود رض سے یاد کرے گا اسے ایک آنہ یا دو آنے انعام ملیں گے چنانچہ اس طریق سے آپ نے ہمیں کئی اشعار یاد کرائے جو آج تک ذہن میں محفوظ ہیں اور خود آپ کو اردو عربی فارسی کے بے شمار اشعار ازبر تھے اور برموقع استعمال کرنے کا فن بھی خدا تعالیٰ نے خوب عطا کیا ہوا تھا۔

مرکز سے محبت اور تعلق کی یہ حالت تھی کہ نہ تو خود ربوہ سے زیادہ عرصہ باہر رہتے اور نہ یہ پسند فرماتے کہ بیٹوں میں سے بھی کوئی ربوہ سے زیادہ فاصلے پر رہے چنانچہ اسی ضمن میں ایک واقعہ تحریر کرتا ہوں ہمارے بڑے بھائی مکرم سلیم احمد صاحب ناصر ایڈووکیٹ نے جب اپنی وکالت چنیوٹ سے لاہور منتقل کی تو حضرت والد صاحب نے بھائی جان کو بلا کر حکم دیا کہ فوری طور پر واپس چنیوٹ آجاؤ کہ مرکز سے دوری میرے نزدیک بہتر نہیں ہے اور یہ میرا حکم ہے چنانچہ بھائی صاحب محترم کمال اطاعت کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اسی وقت اپنا ضروری سامان لے کر واپس چلے آئے۔ بلاشک یہ اس نیک تربیت کا اثر تھا کہ والدین کی اطاعت میں خدا کی اطاعت ہے۔

میں ۱۹۷۹ء میں حضرت والد صاحب اور محترمہ والدہ صاحبہ کو اپنے ہمراہ امریکہ لے آیا یہاں آنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی ان کی طبیعت خراب ہو گئی اور آپ واپس ربوہ جانے کے لئے اصرار کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ مرکز سے جدائی ایسی ناقابل برداشت ہو گئی کہ صحت روز بروز گرنے لگ گئی چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے پیغام بھجوایا کہ جونہی مولوی صاحب کی طبیعت سفر کے قابل ہو انہیں ربوہ لے آؤ۔ ادھر ان کی حالت ایسے پرندہ کی مانند تھی جو اپنے گھونسلے سے محروم کر دیا جائے آپ ہر وقت بے قرار اور بے چین رہتے۔ چنانچہ جونہی ڈاکٹرز نے اجازت دی آپ ربوہ واپس تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر چند ہی دنوں بعد آپ کی صحت دوبارہ بحال ہونے لگ گئی جب میں کچھ عرصہ بعد ربوہ گیا تو میں نے آپ کے چہرہ پر ایک ایسا سکون اور طمانیت محسوس کی جو آج تک مجھے یاد ہے۔ فرمایا۔ بیٹا! میں بہت قصوروار ہوں مجھے معاف کر دینا کہ اتنا خرچ کر کے تم ہم دونوں کو امریکہ لے گئے لیکن میرا دل نہ لگا اور ہم پروگرام سے بہت پہلے واپس آگئے ہیں اور میں سوچنے لگ گیا کہ میرا باپ کتنا مہربان اور مشفق ہے کہ بیٹے سے محض اس لئے عاجزی کے ساتھ معافی مانگ رہے ہیں کہ کہیں میں نے برا نہ منایا ہو۔ میں نے عرض کیا اباجی آپ کیوں ایسی بات کرتے ہیں یہ تو آپ کا مجھ پر احسان ہے کہ میری دیرینہ خواہش پوری کی اور کچھ دیر کے لئے ہمارے ہاں امریکہ تشریف لائے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے ہمیشہ انکساری اور عاجزی کی تلقین فرماتے اور یہی نصیحت

فرماتے کہ تواضع اور تذلل وہ راستہ ہے جس پر تمام انعامات کے دروازے کھلتے ہیں ہر وقت یہ حدیث مد نظر رکھتے تھے کہ:-

إِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ

تواضع و فروتنی سے اللہ تعالیٰ درجات کی بلندی میں انتہائی درجہ عطا فرماتا ہے۔ عسر و یسر رنج و راحت میں۔ تنگی و فراخی میں الغرض ہر صورت حال میں آپ فرمان الٰہی وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ پر عمل پیرا رہے اور ہمیشہ حدیث قدسی أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي پر کامل ایمان کا مظاہرہ کیا۔ آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں حضرت مولانا حافظ روشن علی صاحبؓ کا اسم گرامی سر فہرست ہے۔ آپ کے ہم جماعت ساتھیوں میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس۔ مولانا غلام محمد صاحب بدوملہی اور مولانا شیر داد خاں صاحبؓ کے نام شامل ہیں۔

خدام الاحمدیہ کے بانی ارکان میں آپ کو بھی شمولیت کا شرف حاصل تھا اور ۱۹۳۸ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کے پہلے نائب صدر بھی رہے۔ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل ہونے کے علاوہ آپ کو شعبہ بیت المال اور شعبہ رشتہ ناطہ میں خدمت سلسلہ کی توفیق ملی۔ حضرت والد صاحب ذکر الٰہی سے ہر وقت رطب اللسان رہتے تھے اور قرآن کریم کی درس و تدریس پر تو آخری وقت تک عمل رہا اور حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمیشہ مد نظر رہا کہ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

آپ کی سیرت کے واقعات ان گنت ہیں۔ عابد، زاہد، عالم با عمل، دنیا میں رہ کر بھی تارک الدنیا رہے اور دنیا کو محض مزرعۃ الاخرۃ سمجھا۔ فرشتوں سے اطاعت اور فرمانبرداری کا سبق لیا۔ عاجزی اور فروتنی طرۂ امتیاز رہا۔ اکرام ضیف، حاجت مندوں کی حاجت براری، پردہ پوشی، سادگی، وسعت نظری، مہر و وفا، توکل علی اللہ اور بہت سی صفات حسنہ سے متصف اور میں کیا کہوں کہ ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ حضرت والد صاحب نے ساری عمر ہمیں جو نصائح فرمائیں وہ یہی تھیں کہ نمازوں میں باقاعدگی اختیار کریں، اسلام اور احمدیت کے سچے عاشق بنیں اور خلیفۂ وقت کی اطاعت ہر حالت میں مقدم سمجھیں، چندوں میں باقاعدگی کو اپنا فرض بنالیں۔ حاجت مندوں کی حاجت پوری کریں اور سوالی کو مایوس نہ کریں۔ بیوی بچوں سے حسن سلوک رشتہ داروں سے صلہ رحمی۔ حالت یہ تھی کہ بعض اوقات مالی تنگی کے باوجود بھی رشتہ داروں کی مالی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ انتہائی درجہ دعا گو تھے اور خدا تعالیٰ کا سلوک بھی آپ سے بہت مشفقانہ تھا ۱۹۷۰ء کی بات ہے میں کوپن ہیگن (ڈنمارک) میں تھا تو حضرت والد صاحب کا خط ملا کہ بیٹا آج بروز جمعہ مبارک میں آخری درس قرآن تھا درس کے اختتام پر حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث نماز جمعہ کے لئے تشریف لائے میں نماز میں تمہارے لئے بہت دعا کر رہا تھا اور بہت خواہش ہوئی کہ کاش حضرت اقدس بھی میرے بیٹے کریم احمد کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ کا کرنا کیا ہوا کہ جب نماز کے بعد حضور باہر تشریف لے جانے لگے تو یکدم مڑ کر مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب میں نے کریم کے لئے دعا کی ہے اس کا کیا حال ہے۔ اللہ اللہ حضرت والد صاحب کے ساتھ اللہ کا یہ سلوک آپ فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا دیکھو زندگی خدا کی راہ میں وقف کر کے مجھے کتنا کچھ ملا۔ اولاد ملی۔ اولاد نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور سارے اپنی اپنی جگہوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں سے بہتر ہیں۔

حضرت والد صاحب کی بیماری کے آخری ایام میں ہم تینوں بھائی امریکہ میں تھے ہماری بڑی ہمشیرہ محترمہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ اہلیہ مکرم سردار عبد السمیع صاحب جن سے حضرت والد صاحب سب سے زیادہ محبت رکھتے تھے کو اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت کی اتنی توفیق دی کہ بعض اوقات رشک آتا تھا کہ بیٹی ہو کر بیٹوں سے بہت آگے نکل گئی بلکہ وفات سے ایک دن قبل ہماری والدہ سے اصرار کیا کہ طاہرہ بیٹی کو لاہور سے بلا دیں چنانچہ والدہ صاحبہ محترمہ نے فون کیا اور اسی شام ہماری آپا لاہور سے ربوہ آگئیں اور رات کے گیارہ بجے تک حضرت والد صاحب ان سے بہت خوش ہو کر باتیں کرتے رہے وہ بیچاری کیا جانتی تھی کہ اتنا مشفق رحمدل اور پیار کرنے والا باپ چند گھنٹوں کے بعد ہم سب کو ہمیشہ کے لئے روتا اور سسکتا ہوا چھوڑ کر رب اعلیٰ کے حضور حاضر ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی رات صبح کے تین بجے کے قریب داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اسلام اور احمدیت کا مجاہد حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا سچا عاشق ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر اپنی آخری آرام گاہ کی طرف چلا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت والد صاحب کی اندوہناک وفات پر ہمارے جان و دل سے محبوب موجود امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ الودود نے (انتخاب خلافت رابعہ سے قبل) اظہار تعزیت پر مشتمل جو مکتوب خاکسار کو رقم فرمایا اس کا ایک ایک لفظ جہاں حضور پُرنور کے دل میں موجزن بے پایاں محبت و شفقت کا مظہر ہے وہاں حضرت والد صاحب کے مقام اور جذبہ اخلاص و قربانی کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ قارئین کے ازدیاد علم کی غرض سے حضور پُرنور کے اس مکتوب گرامی کا مکمل متن درج ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ربوہ
۱۳۶۱/۱۹۸۲-۳-۲۷

"پیارے برادرم ظفر کریم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پچھلے دنوں سندھ کے سفر پر ربوہ سے مسلسل پندرہ دن غائب رہنا پڑا۔ سفر میں عموماً الفضل سے بھی رابطہ کٹ جاتا ہے واپسی پر کراچی آیا تو عزیزم مبارک کھوکھر نے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ حضرت مولوی ظہور حسین صاحب انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بچپن میں جن بزرگوں کی شفقت کا دل پر گہرا اثر تھا ان میں سے ایک آپ کے ابا جان تھے۔ اُن کو دیکھتے ہی ہمارے دل نرم پڑ جایا کرتے تھے اور اُن کے محبت بھرے پُرخلوص مصافحہ اور دلنشین باتوں سے بہت مزا آتا تھا۔ بیسیوں مرتبہ بلانے کی درخواست پر انہوں نے کپڑا اٹھا کر وہ داغ دکھائے جو تبلیغ اسلام کے دوران روسیوں کے مظالم کے نتیجہ میں اُن کی جلد پر پڑے تھے۔ جب بھی نظر پڑتی تھی فرط محبت سے ان جھلسے ہوئے نشانوں کو چوم لینے کو جی چاہتا تھا لیکن ہمیشہ حیا مانع رہی اور یہ سعادت صرف نگاہوں کے حصہ میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اب تو وہ داغ چاند ستاروں سے بڑھ کر روشن اور لعل و جواہر سے زیادہ چمک رہے ہوں گے۔

مجھے اس خیال سے تسکین ملتی ہے کہ آخری عمر میں آپ کو ان کی خدمت کرنے اور پیار بھری دعائیں لینے کا موقعہ میسر آیا۔ مجھے یاد ہے جب جمعہ کے بعد میں نے آپ کے ساتھ انہیں کار میں بیٹھے دیکھا تو ان کے چہرے پر عجیب تسکین اور طمانیت کے آثار تھے یوں لگتا تھا کہ آپ سے بہت راضی ہیں اور آپ کے پیار سے بہت ہی لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ مجھے بھی اس نظارے کا ایسا مزا آیا کہ سارا راستہ دل اسی کیفیت اور تصور سے جھومتا رہا۔ میری طرف سے پُرخلوص تعزیت قبول فرمائیں اور اپنے دوسرے بہن بھائیوں تک بھی میرے جذبات پہنچا کر ممنون فرمائیں فقط

والسلام خاکسار

مرزا طاہر احمد"

حضرت والد صاحب مرحوم نے اپنی زندگی کا جو عرصہ ہمارے درمیان گزارا اور جس رنگ میں گزارا اُسے چشم تصور میں لاتے ہی یہ دعا نکلتی ہے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْرًا ۔

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار ۔۔ داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

حضرت والد صاحب نے اپنے پیچھے ایک سوگوار بیوہ، تین بیٹے اور تین بیٹیاں اپنی یادگار چھوڑے ہیں جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جملہ بزرگان سے ملتجی ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیں اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والد صاحب مرحوم کے درجات بلند سے بلند تر کرے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

دہلی میں مسجد احمدیہ و احمدیہ دار التبلیغ کی تعمیر

دہلی ہندوستان کا دار الخلافہ ہونے کی وجہ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس عظیم اور اہم شہر میں جماعت کی طرف سے مسجد اور دار التبلیغ کی تعمیر اب تک نہیں ہو سکی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے دہلی میں مسجد اور دار التبلیغ کی تعمیر کے لئے درخواست پیش کی گئی۔ حضور نے از راہ شفقت دس لاکھ روپے جماعتہائے احمدیہ بھارت سے فراہم کرنے کی منظوری عطا فرمائی ہے لہٰذا احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور تعمیر مسجد احمدیہ اور دار التبلیغ دہلی کے لئے زیادہ سے زیادہ عطیہ جات دے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

نوٹ:- دفتر محاسب میں مد تعمیر مسجد احمدیہ دہلی قائم کر دی گئی ہے۔ عطیہ جات اسی مد میں بھجوائے جائیں۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

وقت کی ایک اہم ضرورت — بدرسوم کے خلاف جہاد

از محترمہ اعظم النساء صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ حیدرآباد اہلیہ سیٹھ محمد بشیر الدین صاحب

احمدی مستورات کو اس امر سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیئے کہ ہمارا پیارا دین اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے اور بحیثیت مسلمان ہماری زندگی کس طرح بسر ہونی چاہیئے ---؟

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عورت کی فطرت میں اچھے یا بُرے اثرات کو بہت جلد قبول کرنے کا مادہ رکھا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ شیطان اپنا نشانہ پہلے عورتوں ہی کو بناتا ہے۔ ہمارے محسن آقا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے احمدی مستورات کو ان شیطانی اثرات سے محفوظ رکھنے اور ان میں نیکی اور بدی کے درمیان امتیاز کر سکنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی غرض سے ہی لجنہ اماء اللہ کا قیام فرمایا ہے تا احمدی مستورات اس امر سے آگاہ ہو سکیں کہ ہماری ملی اور قومی ترقی کن باتوں کے قبول کرنے اور کن باتوں سے اجتناب کرنے میں پنہاں ہے اس عظیم جدوجہد میں عورتوں کا کردار اور مجاہدہ کسی سے کم نہیں۔ اس تعلق سے بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ مگر موجودہ زمانہ کے حالات کے پیش نظر صرف ایک بُرائی جو بدرسوم کی شکل میں ہمارے معاشرہ کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے پر اظہار خیال کرنا مقصود ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض قرآنی الفاظ میں یہ بتائی گئی ہے کہ :-

"آپ لوگوں کو نیک باتوں کا حکم دیتے اور بُری باتوں سے روکتے ہیں نیز ان کے لئے سب پاک چیزوں کو حلال اور سب بُری چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں"

آنحضرت صلعم کی کامل پیروی کے نتیجہ میں جب تک مسلمان شرک و بدعت سے بیزار رہے وہ بتدریج ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج طے کرتے چلے گئے۔ مگر آپ اور آپ کے خلفاء راشدین کے بعد جیسے جیسے مسلمان قرآن مجید اور سنت و حدیث سے دور ہوتے چلے گئے وہ دیگر مذاہب کی تقلید میں رسم و رواج کے پھندوں میں گرفتار ہو کر اپنا شرف اور امتیاز کھو بیٹھے حتیٰ کہ اسلام کا صرف نام رہ گیا ---!!

یہ اندوہناک صورت حال تیرھویں صدی ہجری کے آخر تک برقرار رہی۔ منشاء الٰہی نوشتوں اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ذریعہ اُمت مسلمہ کو بدعت و جہالت کی تاریکیوں سے چھٹکارا دلانے اور اس کے لئے پھر سے نور ہدایت مہیا کرنے کے لئے سامان پیدا کئے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو ان کی اس اعتقادی کمزوری سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا :-

"اس وقت لوگوں نے سُنّت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہے وہ سنت و بدعت میں تمیز نہیں کرتے۔ آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کر لی ہیں .... اعمال صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے اور اس لئے رسوم کو توڑنے کی غرض یہی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ وقال الرسول کے خلاف اگر ہو تو اس کو توڑا جائے ہمارے سب اقوال اور افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں پھر ہم دنیا کی پرواہ کیوں کریں؟ جو فعل اللہ اور رسول کے خلاف ہو اس کو دور کیا جائے اور جو رعایا رسول اللہ صلعم کے موافق ہوں ان پر عمل کیا جائے کہ احیائے سُنّت اسی کا نام ہے"۔

دوسری طرف آپ نے اپنی پاکیزہ روحانی جماعت میں داخل ہونے والوں کے لئے جو دس شرائط بیعت تجویز فرمائیں ان میں شرط ششم یہ رکھی کہ

"اتباع رسم و متابعت ہوا و ہوس سے باز رہے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ و قال الرسول کو ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا"

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرماتا ہے :-

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (سورہ طلاق)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے شرف کا سامان یعنی رسول اتارا ہے وہ تم کو اللہ تعالیٰ کی ایسی آیات سناتا ہے جو نیکی اور بدی کو واضح کر دیتی ہیں تا مومن اپنے ایمان کے مطابق عمل کر کے اندھیروں سے نکل کر نور میں آجائیں"۔

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم پر ایمان لانے اور آپ کے بتائے ہوئے طریق پر چلنے سے انسان اندھیروں سے نکل کر اُجالے میں آجاتا ہے۔ یہاں اندھیرے سے مراد شرک و بدعت اور بدرسوم کی وہ اقسام ہیں جن کی کوئی مثال قرآن، حدیث اور سنت نبوی میں نہیں ملتی۔

رسوم مختلف ہوتی ہیں۔ مضمون کے طویل ہو جانے کے ڈر سے دیگر اقسام کو چھوڑ کر میں صرف شادی و بیاہ کی بدرسوم پر مختصراً روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گی جو وقت کی ایک اہم ضرورت ہے شادی و بیاہ کے موقعہ پر ادا کی جانے والی رسوم محض نمود و نمائش اور برادری میں ناک اونچی رکھنے کے لئے ہوتی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

جس نے اپنے رب کی شان سے خوف کیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا اور خدا تعالیٰ کی خاطر برادری کے تعلقات کی پرواہ نہ کی یقیناً جنت میں اس کا ٹھکانہ ہے۔

آج شادی بیاہ کے موقعہ پر ادا کی جانے والی بدرسوم ہمارے معاشرے میں اس طرح جڑ پکڑ گئی ہیں کہ ان سے بچنا دوبھر نظر آرہا ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ شادی تو زندگی میں ایک بار ہی ہوتی ہے۔ پھر اس موقعہ پر بھی خوشی نہ منائیں تو پھر کب منائیں؟ بے شک یہ خیال ایک حد تک ٹھیک ہے مگر ایسے مواقع کے لئے قرآن ہمیں یہ حکم بھی دیتا ہے کہ:-

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ

بے شک کھاؤ پیو مگر اسراف مت کرو اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اسلام ہمیں سادگی سکھاتا ہے اور تکلف، تصنع اور نمود و نمائش کو ناپسند کرتا ہے۔ مگر ہمارے یہاں شادیوں میں اپنی استطاعت سے بڑھ کر اسراف خرچ کیا جاتا ہے خواہ اس کے نتیجہ میں مقروض ہی ہونا پڑے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی والوں سے گھوڑے جوڑے۔ زیورات، قیمتی پارچات جدید فرنیچر سامان آرائش اور بہت سے دوسرے بھاری مطالبات کئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ لڑکے کو برسرروزگار بنانے کی ذمہ داری بھی لڑکی والوں پر عائد کی جاتی ہے۔ اس پر مزید یہ کہ لڑکی کے سسرال والوں کو جوڑے دینے کی ایسی منحوس رسم پڑ چکی ہے جس کی وجہ سے بہت سے احمدی گھرانوں کو رشتوں کے تعلق سے مشکلات در پیش ہیں۔

اسلام نے انسانی شرف اور بزرگی کا معیار تقویٰ کو قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ یعنی تم میں سے خدا کے نزدیک بزرگ تر وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ مگر افسوس کہ دنیا کے حرص نے ہمیں یہ سبق بھلا دیا ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ خرچ ہوتا ہے ... آتشبازی کا چلوانا۔ کنجروں اور ڈوموں کو دینا یہ حرام مطلق ہیں۔ ناحق روپیہ ضائع ہوتا ہے اور گناہ سر پر چڑھتا ہے صرف اتنا حکم ہے کہ ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا کھلا دے۔" (الحکم)

اسی طرح حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے جہیز کے متعلق فرمایا کہ :-

"دوسری بات جہیز دینا ہے جس چیز کو شریعت نے مقرر کیا ہے وہ یہی ہے کہ مرد عورت کو کچھ دے

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

میرا سفرِ ہسپانیہ

ہر قدم پر افضالِ سماوی اور تائید و نصرتِ الٰہی کا عینی مشاہدہ

از مکرم عبد المالک صاحب نمائندہ ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان مقیم لاہور

محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے خاکسار کو مسجد "بشارت" سپین کی بابرکت تقریب افتتاح میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ اس بابرکت سفر کے دوران خاکسار نے اللہ تعالیٰ کے جن فضلوں کا مشاہدہ کیا اور دنیا کی دستکاری ہوئی ایک غریب الٰہی جماعت کے شامل حال اس کی غیر معمولی تائید و نصرت کے جو مدوجزر نظارے پیش چشم خود ملاحظہ کئے ان کی چند جھلکیاں جن کا خاکسار کی اپنی ذات سے تعلق ہے قارئین کی ضیافت طبع اور ازدیاد علم و ایمان کی غرض سے ذیل کی سطور میں پیش کر رہا ہوں

(۱)

اقتصادی حالت کی ناساعدت کے باوجود خاکسار نے کافی عرصہ پہلے ہی سے اس بابرکت تقریب میں شمولیت کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا مگر سب سے بڑی دقت ویزا کے حصول کی تھی جو میرے لئے سب سے بڑی پریشانی کا موجب ہوئی تھی چنانچہ اسی پریشانی کے عالم میں خاکسار نے اپنے پیارے اور محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بذریعہ خط دعا کی درخواست کی۔ جیسے ہی حضور پُر نور کی جانب سے مجھے میرے عریضہ کا جواب ملا۔ دل مطمئن ہو گیا کہ مولیٰ کریم میرے لئے دستِ غیب سے تائید و نصرت کے سامان پیدا کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد خاکسار اسی روز ہی اسلام آباد گیا اور بفضلہ تعالیٰ بغیر کسی دقت کے ویزا لے کر واپس آیا۔ پھر سفر کی تیاری شروع کی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہر مرحلہ میں آسانیاں پیدا کرتا چلا گیا مجھ جیسے نابکار کے ساتھ خدا تعالیٰ کا یہ بے پایاں فضل یقیناً حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کی قبولیت اور آپ کے خلیفہ برحق ہونے کا زندہ ثبوت ہے۔

(۲)

جب مکرم چوہدری محمد صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور، مکرم شیخ بشیر احمد صاحب سیکرٹری زکوٰۃ جماعت احمدیہ لاہور، مکرم شیخ انعام اللہ صاحب اور خاکسار ۸ ستمبر کو قرطبہ پہنچے تو سپینش زبان سے یکسر نابلد ہونے کی وجہ سے ہم سب بے حد پریشان تھے۔ یہاں تک کہ شدت پیاس کے عالم میں کسی مقامی آدمی سے پانی بھی طلب نہیں کر سکتے تھے۔ اسی پریشانی کے عالم میں ہم نے قرطبہ کی سیر کا پروگرام بنایا۔ صبح ہوٹل سے نماز کے بعد تیار ہو کر نکلے اور ٹیکسی والے کے پاس گئے تو وہاں پہلا ہی شخص ہمیں وہ مل گیا جو انگریزی زبان جانتا تھا اور اس ملک میں باہر سے آکر آباد ہوا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کے ذریعہ نہ صرف پورے قرطبہ اور غرناطہ کی مشہور تاریخی عمارتوں کی سیر کی بلکہ اس سے یہ بھی طے کر لیا کہ روزانہ ہوٹل آجایا کرو۔ میٹر کے مطابق جتنا تمہارا بل بنے لے لیا کرو۔ چنانچہ وہ راضی ہو گیا اور اس طرح ہماری سب بڑی مشکل دور ہو گئی۔ الحمد للہ۔

(۳)

پروگرام کے مطابق ۸ ستمبر کی شام کو جب ہم قرطبہ سے الحمراء محل کی سیر کی نیت سے غرناطہ کے لئے روانہ ہونے لگے تو اتفاق سے اسی ہوٹل میں برادرم مکرم حمید احمد صاحب آف لندن سے ملاقات ہو گئی جو ہمارے کمرے کے ساتھ والے کمرے میں رات کو ہی آکر ٹھہرے تھے وہ بھی ہمارے ساتھ ہو لئے اور اس طرح سے سفر اور بھی زیادہ خوشگوار ہو گیا۔ پھر غرناطہ پہنچ کر گاڑی کھڑی ہی کی تھی کیا دیکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ الحمراء کی سیر کرتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ حضور سے شرف ملاقات حاصل کیا اور باقی کا سارا وقت حضور کی معیت میں الحمراء محل کی سیر کی جو ہمارے لئے بہت بڑی سعادت تھی۔ سیر سے فارغ ہونے کے بعد نماز ظہر و عصر حضور کی اقتداء میں ادا کی اور شام ۸ بجے واپس قرطبہ کے لئے روانہ ہوئے۔

(۴)

۸ ستمبر کو غرناطہ کی سیر سے فارغ ہو کر ہی مکرم محمود احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے بتایا کہ اس بابرکت سفر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مشایعت کا شرف حاصل ہوا تھا فرمایا کہ آپ اور اظہار صاحب کل مسجد قرطبہ میں موجود رہیں حضور تشریف لائیں گے چنانچہ ہم دونوں وہاں پہنچ گئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے اور ہمیں حضور پُر نور کی خدمت بجا لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر مسجد قرطبہ کے اندر محراب کے سامنے حضور ہی کی معیت میں دعا کا بھی موقعہ ملا جو ہمارے لئے ہمیشہ تاریخی اہمیت کا حامل رہے گا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ورنہ کہاں مسجد قرطبہ کہاں حضور کی ذات مبارک اور کہاں یہ گنہگار ناچیز اور کم مایہ خادم ؟

(۵)

۹ ستمبر کو ہی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ قرطبہ سے پیدروآباد تشریف لے گئے اور باقی کا عرصہ وہیں قیام فرمایا ہم سب بھی شام تک مسجد بشارت میں پہنچ گئے پہلی نماز مغرب و عشاء حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں مسجد بشارت میں پڑھنے کی سعادت ملی اور خاص رنگ کی دعائیں جو حضور نے کیں ان میں شمولیت کا موقعہ ملا یہ بھی خالص اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت تھی جو محض اس کے فضل اور حضور کی دعاؤں کے طفیل حاصل ہوئی تھی الحمد للہ علیٰ ذٰلک

(۶)

جب ہم لوگ پیرس سے مالاگا کے ہوائی اڈہ پر پہنچے جو سپین کا ایک صوبہ ہے تو معلوم ہوا کہ جس جہاز پر ہم آئے ہیں اس پر ہمارا سامان پیرس سے نہیں آیا چنانچہ ایک رات وہاں قیام کیا اگلے روز جب ہم سامان لینے کے لئے ہوائی اڈہ پر پہنچے تو مکرم رشید احمد صاحب جو وہاں ڈیوٹی پر تعینات تھے سے ملاقات ہو گئی انہوں نے ایک گتہ کا بورڈ تھری پر لگایا ہوا تھا جس پر اردو اور سپینش میں لکھا ہوا تھا کہ:-

"مسجد بشارت کا افتتاح
۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کو پیدروآباد
میں ہو گا۔"

ان کے ساتھ ان کے پاس بغرض تقسیم فولڈرز کی شکل میں افتتاح کی تقریب کا شائع شدہ پروگرام بھی تھا۔ اچانک انہیں کسی جگہ ضروری کام سے جانا پڑا اور یہ فولڈرز ہم کو دے کر چلے گئے چنانچہ خاکسار نے کثیر تعداد میں مالاگا کے ہوائی اڈہ پر موجود ہزاروں غیر ملکیوں میں لٹریچر تقسیم کیا اور انہیں تبلیغ کی۔ یہ سعادت بھی محض اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و احسان کے طفیل حاصل ہوئی۔

(۷)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی جماعتوں نے بھی اس موقعہ پر اپنی دلی مسرت کا عملی مظاہرہ کیا چنانچہ جماعت احمدیہ لاہور نے خوبصورت قسم کے کئی رنگ (چھلہ۔ Key) بنوا کر سپین میں مفت تقسیم کئے جس کے ایک طرف سپینش میں "محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں" اور دوسری طرف انگریزی میں جماعت احمدیہ لاہور پاکستان لکھا ہوا تھا۔ لندن مشن نے مسجد بشارت کے خوبصورت بیج بنوائے جو بچوں میں تقسیم کئے گئے۔ اسی طرح شیخوپورہ کی جماعت نے کپڑوں پر مسجد بشارت کا افتتاح مبارک ہو سپینش میں لکھوایا ہوا تھا۔ گوجرانوالہ کی جماعت نے گوجرانوالہ کے مقامی اخبار کی تقسیم کی جس میں مسجد بشارت کے افتتاح کی خبر تھی اس موقع کے لئے ہفت روزہ "لاہور" کا ضمیمہ بھی دنیا کے مختلف ممالک سے آمدہ احباب میں تقسیم کیا گیا۔ جماعت احمدیہ سپین کی طرف سے آمدہ مہمانوں کی چائے اور مشروبات سے تواضع کی گئی الغرض ہر ایک عملی طور پر اس خوشی میں شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے جبکہ سپین اسلام کے نور سے منور ہو آمین ؁

بقیہ ۲۷: عورت اپنے ساتھ کچھ لائے یہ ضروری نہیں ہے اور اگر کوئی اس کے لئے مجبور کرتا ہے تو وہ سخت غلطی کرتا ہے۔ ہاں والدین اپنی خوشی سے کچھ دیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں لڑکے والے نہ دیں گے تو یہ ناجائز ہوگا"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث احمدی مستورات کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :-

"میں ہر احمدی گھرانے کے دروازے پر کھڑے ہو کر اور ہر گھرانہ کو مخاطب کر کے بوجہ مجھے خلافت کا مقام حاصل ہے اعلان کرتا ہوں اور جو گھرانہ بھی آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری اصلاحی کوششوں کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہو گا وہ یہ یاد رکھے کہ خدا اور اس کے رسول اور اس کی جماعت کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے وہ اس طرح جماعت سے نکال باہر پھینک دیا جائے گا جس طرح دودھ سے مکھی۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں بد رسومات سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شروع کر کے جماعت کو ختم کرنے کی ناکام کوششیں کی گئیں۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے اعلان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ میری مدد کے لئے دوڑا آرہا ہے سو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح جماعت کی حفاظت کی۔

(۶)۔۔۔ ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں پھر ایک بار پھر مخالفین اور معاندین نے اپنی کینہ پروری کا بدترین ثبوت دیتے ہوئے جماعت کو ختم کرنے کے دعوے کئے اور بقول خود نوّے سالہ مسئلہ حل کر دیا۔

(۷)۔۔۔ رابطہ عالم اسلامی کی مکہ کانفرنس منعقدہ اپریل ۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کی ترقی کو روکنے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا۔

”ہر اسلامی تنظیم قادیانی سرگرمیوں کو جہاں بھی وہ سرگرم ہیں روکے۔ ان کی حقیقت سے پردہ اٹھائے اور دنیا کو ان سے واقف کرائے تاکہ لوگ ان کے جال میں نہ پھنسنے پائیں۔“

(سہ روزہ الجمعیۃ ۲۴ ۱۹۷۴ء ص)

۱۸۸۹ء اور ۱۸۹۱ء کے بعد آج ۱۹۸۸ء میں جماعت کے افراد کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہوگئی ہے زمین و آسمان شاہد ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ پر ہر سورج ترقیات کے ساتھ طلوع ہوا اور ہر رات جماعت کے لئے کامیابی اور کامرانیوں کا پیغام لائی اس کے بالمقابل دیکھنے والی بات یہ ہے کہ:

- کہاں ہیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عرش سے فرش پر گرانے کا دعویٰ کیا تھا۔
- کہاں ہے مجلس احرار جس نے دس برس کے اندر اندر جماعت احمدیہ کو ختم کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔
- کہاں ہیں اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن چلانے والے؟
- کہاں ہیں نوّے سالہ مسئلہ حل کرنے والے؟

اللہ اللہ کتنے روشن اور بیّن حقائق ہیں حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی صداقت کے کاش تعصب کی عینک اتار کر ان کو دیکھا جائے۔ یہ واضح حقائق روز روشن کی طرح مسیح موعود علیہ السلام کی زبردست نصرت الٰہی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہ مخالفین کو آئینہ دکھا رہے ہیں۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے حضرت

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ

از مکرم مولوی محمد حمید صاحب کوثر انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

سورہ صف اور سورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بروز کامل کی بعثت کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ اس بروز کامل کے ساتھ ہونے والے سلوک کو بھی واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ جب وہ آئے گا تو مخالف اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کریں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے چھوڑے گا خواہ منکرین حق کتنا ہی ناپسند کریں۔ اسلام کی بعثت ثانیہ جو مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ مقدر تھی پوری ہو کر رہے گی مندرجہ بالا پیشگوئی کے علاوہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار پیشگوئیوں کے ذریعہ غلبۂ اسلام کی بشارت دی آپ کو مقاصد عالیہ میں فائز المرامی عطا ہونے کے سلسلہ میں زبردست تائیدات الٰہی ملنے کی بشارتیں ملیں خدا تعالیٰ نے آپ کو فرمایا:۔

(۱)۔۔۔ ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔“

(۲)۔۔۔ ”خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا۔“

(۳)۔۔۔ ”یہ سلسلہ کسی ہاتھ اور طاقت سے نابود نہ ہوگا یہ ضرور بڑھے گا اور پھولے گا اور خدا کی بڑی بڑی برکتیں اور فضل اس پر ہوں گے جب ہی خدا کے وعدے ہر روز ملتے ہیں اور وہ تسلی دیتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری دعوت کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔“

(۴)۔۔۔ ”خدا نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔“

(تذکرہ صفحہ ۲۱۶)

ایک طرف اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا بشارات تھیں تو دوسری طرف جب سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ نے (۱۸۹۰ء میں) یہ اعلان فرمایا کہ مسیح ناصری جن کو اس زمانے کے مسلمان اور عیسائی دونوں ہی زندہ مانتے تھے طبعی موت سے وفات پا چکے ہیں اور وہ مسیح جس کے دوبارہ آنے کا وعدہ دیا گیا تھا خود میں ہوں اس وقت سے اپنے بیگانے آپ کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے مخالفت کا اتنا شدید طوفان تھا کہ بظاہر کوئی بھی صورت آپ کی کامیابی کی نظر نہیں آرہی تھی۔ آپ کی جماعت کے چند دوستوں کو چھوڑ کر ساری دنیا کے مذاہب اور جماعتیں آپ کی مخالفت پر تلی ہوئی تھیں اور آپ کو آپ کے مقاصد میں ناکام بنانے کے لئے ہر جائز و ناجائز طریق بروئے کار لا رہی تھیں۔ تمام علماء نے آپ کے خلاف کفر سازی سے لے کر وہ بہتان تک فضا کو مسموم کر دیا جس نے آہستہ آہستہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا مذہب کے علمبردار حکومت کو بھی آپ کے خلاف بدظن کرتے رہے اور مختلف قسم کے مقدمات میں آپ کو ملوث کر کے ذہنی طور پر ہراساں و پریشان کرنے کی کوششیں کرتے رہے آپ کی اور جماعت احمدیہ کی مخالفت کا مقصد واحد صرف یہ تھا کہ اس جماعت کو نیست و نابود کر دیا جائے چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت کے اشد ترین مخالفوں میں سے تھے انہوں نے اپنی مخالفت کا مقصد مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا۔

(۱)۔۔۔ ”اشاعۃ السنۃ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو رد کرے اور اس کی موجودہ جماعت کو تتر بتر کرنے میں کوشش کرے ... اشاعۃ السنۃ نے جیسا کہ اس کو دوائی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دلائل جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لا دے اور جب تک یہ تلافی نہ ہو تب تک بلا ضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔“

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ نمبر ۱ ۱۸۹۰ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مولویوں۔ پادریوں۔ پنڈتوں نے آپ کی زبردست مخالفت کی اور آپ کو اپنے مقصد عالیہ میں ناکام بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی مخالفت کا سلسلہ جاری رہا اور معاندین کو یہ توقع تھی کہ اب ہم جماعت احمدیہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں کامیاب ہو جائیں گے جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ مخالفت بھی شدید ہوتی گئی۔ کفر کے فتوے اور گالی گلوچ۔ بدزبانی۔ خرافات۔ مخالفین کا شیوہ اور محبوب مشغلہ بن گیا تھا ۱۹۳۴ء میں جماعت احمدیہ کی مخالفت نے ایک نیا رنگ اختیار کر کے تحریک کی شکل اختیار کر لی اس تحریک کے راہنماؤں نے اپنے بد ترین عزائم کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا۔

(۲)۔۔۔ ”مسیح کی بھیڑو تمہیں کس کا ڈر ہے نہیں پڑا۔ جس سے اب سابقہ پڑا ہے وہ مجلس احرار ہے اس نے تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔“

(۳)۔۔۔ ”مرزائیت کے مقابلہ کے لئے بہت سے لوگ اٹھے لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ میرے ہاتھوں سے تباہ ہو۔“

(۴)۔۔۔ ”میں خدا کی مہربانی پر بھروسہ کر کے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ نظام باوجود اپنی مشکلات کے دس برس کے اندر اندر اس فتنہ کو ختم کر کے چھوڑے گا۔“ (خطبات احرار ص ۳۷)

(۵)۔۔۔ ”مجلس احرار کی شرمناک ناکامی کے بعد ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن شروع ہوئی مخالفین احمدیت کو حکومت کی بھرپور حمایت حاصل تھی۔ خونریز فسادات

مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ رابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سپین کی [illegible] کا افتتاح فرما رہے ہیں اور عرب ملک سے T.V پر اس کی تصویر دکھائی جا رہی ہے۔ قادیانی سرگرمیوں کو روکنے والوں کو خود ان کے گھر میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے جماعت احمدیہ کی کامیابی دکھا رہے تھے ؎

شریروں پر پڑے اُن کے شرارے
نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے
انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

جماعت احمدیہ اپنی ترقیات کا ذکر تو کرتی ہے لیکن بعض مخالف اور حقیقت پسند افراد بھی جماعت کی ترقیات کو سراہے بغیر نہ رہ سکے والفضل ما شہدت بہ الاعداء

(۱) — مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار "زمیندار" نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو لکھا۔

(۱) "یہ جماعت احمدیہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی نظر آتی ہیں"۔

(۲) اخبار "الفتح" مصر نے ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ کو لکھا۔

"جو شخص بھی ان کے حیرت انگیز کارناموں کو دیکھے گا وہ [illegible] ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے کہ کروڑوں مسلمان نہیں کر سکے"۔

(۳) "المنبر" ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء لکھتا ہے :—

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت [illegible] کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی"۔

(۴) — صدق جدید لکھنؤ ۱۹ جون ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے :—

"آخر یہ [illegible] کی بات ہے یا نہیں کہ جب بھی کوئی موقع تبلیغ مذہب کا پیش آتا ہے یہی فارمولا ازاسلام جماعت [illegible] "[illegible]" نکل آتی ہے اور ہم دیندار منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں"۔

(۵) — [illegible] انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۱۲ [illegible]

"جماعت احمدیہ ایک وسیع تبلیغی جماعت ہے۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ مغربی افریقہ، ماریشس اور جاوا میں بھی — اس کے علاوہ برلن، شکاگو اور لندن میں بھی ان کے تبلیغی مشن قائم ہیں ان کے مبلغین نے [illegible] کوشش کی ہے کہ یورپ کے لوگ اسلام قبول کریں اور ان میں انہیں معتدبہ کامیابی ہوئی ہے"۔

(۶) — جدید اردو رپورٹ بمبئی ۱۰ اپریل ۱۹۸۲ء رقمطراز ہے :—

"کس کی قسمت تھی کہ سپین کی رگوں میں دوبارہ اسلامی خون ڈالتے۔ شاید یہ کام سبھوں کو بڑا بھاری لگا ہوگا احمدیہ فرقہ کے لوگ سپین کی رگوں میں دوبارہ اسلامی خون اور اس کی فضا میں دوبارہ اذانوں کی گونج شامل کر رہے ہیں اس لئے وہ انبار کی طرف سے مبارکباد اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کے ارادے [illegible] قبول کئے جانے کی دعا کرتے ہیں"۔

آخر میں ہم ان احباب جو جماعت کی مخالفت دانستہ یا نادانستہ کرتے رہتے ہیں یا مخالفت نہیں کرتے اور دور بیٹھے ہوئے ہیں یہ درخواست کرتے ہیں کہ احمدیت ایک ناقابل تردید صداقت ہے اس کی مخالفت اب کوئی فائدہ نہیں دے سکتی اور نہ ہی جماعت کی ترقی کو روک سکتی ہے جیسا کہ ۹۲ سال پہلے آپ نے ملاحظہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ (یعنی اللہ اپنے نور کو پورا کر کے چھوڑے گا خواہ منکرین حق کتنا ہی ناپسند کریں) کو پورا کرے گا۔ اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل حکم پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیا جائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :—

"جب تم اسے (یعنی امام مہدی کو) دیکھو تو اس کی ضرور بیعت کرنا خواہ تمہیں برف کے تودوں پر گھٹنوں کے بل جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا"۔

(المستدرک مع التلخیص صفحہ ۱ کتاب الفتن والملاحم۔ الناشر مکتبہ النصر الحدیثیہ۔ الریاض سعودی عربیہ)

فَاَدْخِلْهُمْ وَتَذَکَّرْ لَوْلَا تَمَنَّ اللّٰہِ الْکٰفِرِیْنَ

سائنسدان اور ہستی باری تعالیٰ : بقیہ صفحہ ۲۲

ہاتھ سے کلہاڑا چلانے والی تصویر بھی۔ کیونکہ اس کی زیادہ مشابہت پر ہے"۔

(ہمارا خدا صفحہ ۸۳)

اختتام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خدا کے نشانات کو تلاش کرنے والے کیلئے سائنس کا مطالعہ نہایت مفید ہے لیکن جو شخص چاہتا ہے کہ اسے خدا تعالیٰ سے تعلق اعلیٰ درجہ کا یقین حاصل ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف کائنات عالم پر غور کرکے عقلی دلائل سے فائدہ اٹھانے سے بڑھ کر زیادہ انکشاف کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد بھی چاہے۔ عقلی دلائل سے یقین کامل حاصل نہیں ہوتا اگر ایسا ہوتا تو تمام سائنسدان خدا کو ماننے والے ہوتے۔ ایک سائنسدان جو کائنات عالم پر غور کرکے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا خدا ہونا چاہئے اس شخص کی طرح ہے جو دور سے دھواں دیکھ کر یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ وہاں آگ ضرور ہونی چاہئے لیکن وہ شخص جسے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اور جو خدا تعالیٰ کے کلام سے مشرف ہوتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو آگ کو دیکھتا بھی ہے اور اس کی گرمی بھی محسوس کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

غیر ممکن ہے کہ بے دیدار یقین آتا ہے

لہذا قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ انسان غور و فکر سے کام لے اور دعا بھی کرے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے :—

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

ان آیات کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :—

"جب دانشمند اور اہل عقل انسان زمین اور آسمان کے اجرام کی بناوٹ میں غور کرتے اور اوقات [illegible] دن ہیں دلیل نہ [illegible] اور وہ ان کی کسی نہ کسی پہلو سے حکمت اور عمل کو نظر غور سے دیکھتے ہیں انہیں اس نظام پر نظر ڈالنے سے خدا تعالیٰ کے وجود پر دلیل ملتی ہے پس وہ زیادہ انکشاف کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں اور ان کو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور کروٹ پر لیٹ کر یاد کرتے ہیں جس سے ان کی عقلیں بہت صاف ہو جاتی ہیں پس جب وہ ان عقلوں کے ذریعہ سے اجرام فلکی اور زمین کی بناوٹ اور اس کی [illegible] میں فکر کرتے ہیں تو بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ ایسا نظام ابلغ اور محکم ہرگز باطل اور بے سود نہیں بلکہ صانع حقیقی کا چہرہ دکھلا رہا ہے۔ پس وہ الوہیت صانع عالم کا اقرار کرکے یہ مناجات کرتے ہیں کہ یا الٰہی تو پاک ہے اس سے کہ کوئی تیرے وجود کا انکار کرکے نالائق صفتوں سے تجھے متصف کرے سو تو ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا یعنی تیرا انکار کرنا عین دوزخ ہے اور تمام آرام اور راحت تجھ میں اور تیری شناخت میں ہے جو شخص تیری شناخت سے محروم رہا وہ ہمیشہ اسی دنیا میں آگ میں ہے"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۱۶ - ۱۱۵) قرآن کریم کی سکھائی ہوئی دعا پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

ترجمہ :— "اے ہمارے رب تو نے اس عالم کو بے فائدہ نہیں بنایا تو ایسے بے مقصود کام کرنے سے پاک ہے پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا اے ہمارے رب جسے تو آگ کے عذاب میں داخل کرے گا اسے تو تو نے یقیناً ذلیل کر دیا اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا اے ہمارے رب ہم نے یقیناً ایک ایسے پکارنے والے کی آواز جو ایمان لانے کے لئے بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ سنی ہے پس ہم ایمان لے آئے ہیں اے رب تو ہمارے قصور معاف کر اور ہماری بدیاں ہم سے مٹا دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ ملا کر وفات دے۔ اے ہمارے رب ہمیں وہ کچھ دے جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں [illegible] اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرتا"۔

ایشیائی کھیلوں کے موقع پر لٹریچر کی تقسیم: بقیہ صفحہ ۱۶

عزیزان محمد عبید اللہ صاحب غوری، محمد مجیب اللہ صاحب غوری اور مکرم محمد حبیب اللہ صاحب غوری اور کلکتہ سے مکرم محمد عبد اللہ صاحب اور نظارت دعوۃ و تبلیغ کی اجازت سے مکرم مولوی سلطان احمد صاحب ظفر مبلغ انچارج کلکتہ دہلی پہنچ گئے نیز مکرم مولوی عنایت اللہ صاحب منڈاشی مبلغ سلسلہ اور دہلی کے قائد مکرم انیس احمد صاحب اسلم خاص طور پر اس مہم میں شریک رہے جبکہ عزیز حشمت اللہ خان صاحب، ناصر احمد صاحب، طاہر احمد صاحب عارف اراکین مجلس خدام الاحمدیہ دہلی اور مکرم عبد الغفار صاحب رکن مجلس انصار اللہ۔ اسی طرح مکرم محمد عبد السلیم صاحب اور مکرم شکیل احمد صاحب حیدرآبادی اور مکرم میر عبد الرشید صاحب یاری پورہ اور مکرم مبارک احمد صاحب رکن مجلس خدام الاحمدیہ علی گڑھ بھی جزوی طور پر اس مہم میں شریک رہے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

ابتدائی رپورٹوں سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حالات سازگار نہیں ہیں چنانچہ محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ سے مشورہ کے بعد آپ سے ہدایات حاصل کر کے خاکسار مورخہ ۱۲ر نومبر کو دہلی پہنچا۔ محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز ناظر جائیداد بھی اس موقع پر دہلی تشریف لائے ہوئے تھے آپ کی آمد سے [illegible] اٹھاتے ہوئے دہلی کے ایک احمدی دوست مکرم شیخ سلیم احمد صاحب کو ساتھ لے کر ہم تینوں نے دہلی کے پولیس کمشنر جناب بجرنگ لال سے ملاقات کی اور انہیں اپنے مقصد سے مطلع کیا موصوف نے جماعت احمدیہ سے ذاتی واقفیت کا اظہار کرتے ہوئے ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی کرائی چنانچہ اگلے دن یعنی مورخہ ۲۳ر نومبر کو ایک ٹائپ شدہ درخواست کے ذریعہ پولیس کمشنر صاحب کو باقاعدہ اطلاع دے کر ہم نے اپنی مہم کا آغاز کیا چنانچہ ۴ر دسمبر تک اللہ تعالےٰ کے فضل سے ساٹھ ہزار سے زائد لٹریچر تقسیم کیا اور مختلف ممالک اور مختلف زبانوں اور مذاہب کے ہزاروں افراد تک احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اس تبلیغی مہم میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ اور محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز کی راہنمائی نیز محترم ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ۔ محترم انچارج صاحب دفتر جدید، محترم وکیل المال صاحب تحریک جدید، محترم انچارج صاحب لٹریچر برانچ نظارت دعوۃ و تبلیغ اور محترم سید محمد نور عالم صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ کے بھرپور مخلصانہ تعاون کیلئے تہہ دل سے ممنون ہے اللہ تعالےٰ ان تمام بزرگوں اور دوستوں کو اپنی طرف سے احسن جزا عطا فرمائے اور آئندہ بھی مزید خدمات کی توفیق بخشتا رہے آمین۔

خاکسار: محمد انعام غوری مہتمم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

مخالفین کی خام خیالیاں: بقیہ صفحہ (۲۲)

"اسرائیل یعنی کہ یہود و لینڈ اسلام اور تمام مسلم جہان کے خلاف دشمنی میں مصروف ہے۔ یہود و لینڈ کے ساتھ شروع سے ہی قادیانیوں کا رابطہ قائم ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ مدد امداد جاری ہے۔ اسرائیل کی پیدائش سے ہی اس ملک کے حیفہ شہر میں قادیانیوں کا مرکز موجود ہے۔ وہاں سے یہ لوگ اسرائیل کے مقبوضہ علاقہ میں آسانی سے تبلیغ کا کام جاری رکھتے ہیں اس کے علاوہ یہ شکایت بھی ہے کہ یہود لینڈ سے یہ لوگ مالی امداد پاتے ہیں۔"

اس تمہید کے بعد سنڈے ماڈل کے مضمون کے اس آرٹیکل نے کبابیر کی مسجد اور جماعت کے دیگر کارناموں کا ذکر کیا ہے اور مذکورہ بیک گراؤنڈ کی روشنی میں بزعم خود یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جماعت احمدیہ کے یہ تمام کارنامے یہود لینڈ کی مالی امداد کے مرہون منت ہیں۔"

(۶)

جیسا کہ خاکسار نے اس مضمون کے آغاز میں ذکر کیا ہے خلافت کی برکت سے ہماری جماعت پر اللہ تعالےٰ کے افضال کا نزول بارش کی طرح ہو رہا ہے لیکن بدقسمتی سے محروم لوگ اس روز افزوں ترقی کا منبع انگلینڈ۔ سوئٹزرلینڈ اور سوویٹ لینڈ کو سمجھتے ہیں دنیا والے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے ہیں اور آئندہ بھی لگائیں گے بالآخر وہ یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ہماری جماعت پر اس خدا کا سایہ ہے جس کے قبضہ و اقتدار میں ہر قسم کی لینڈز ہیں۔ خدا تعالےٰ کی ازلی سنت یہ ہے کہ

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ۔ بقول شاعر احمدیت حسن رہتاسی مرحوم ؎

نادان ہماری پشت پہ وہ پادشاہ ہے
یہ دنیا جس کے دار کی اک مار بھی نہیں

ابتلاؤں اور الٰہی جماعتوں کا ہمیشہ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ لیکن ہر ابتلا نے جماعتی وقار کو اونچا کیا ہے اور ترقی کی رفتار کو بڑھایا ہے۔ عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۵۰ سالہ اور ذوالفقار علی بھٹو نے ۹۰ سالہ مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی لیکن قرآنی وعید وَقُطِعَ دَابِرُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا کے مصداق ہو گئے۔ خدا تعالےٰ کی توحید اور اس کے اَنَا الْمَوْجُوْد ہونے کا اس سے بیّن اور کیا ثبوت ہے کہ آج سے قریباً ایک صدی قبل قادیان جیسے گمنام گاؤں سے ایک آواز آئی۔ امراء، عوام الناس، علماء اور حکومت الغرض سب ہی نے اس آواز کو دبانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن سبھی خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیوند چونکہ خالق حقیقی سے تھا اس لئے آپ سنت انبیاء کے مطابق کسی طاقت سے کبھی مرعوب نہ ہوئے بلکہ خدا تعالےٰ سے خبر پا کر آپ نے اپنے مخالفین کو یوں للکارا کہ ؎

سر سے لے کر پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں ؛ اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار
جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں ؛ ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

یہ اشعار پیشگوئیاں ہیں جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائیں یہ پیشگوئیاں کئی بار پوری ہو چکی ہیں اور آئندہ بھی ہوں گی۔ حضور کی بعثت کے وقت آپ پر ایمان لانا بڑے دل گردے کا کام تھا لیکن اب تو سورج نصف النہار پر آ چکا ہے بالآخر ہم احمدیت کے مخالفین اور معاندین کو قرآن پاک کے الفاظ میں یہی کہتے ہیں کہ:-

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ الانعام آیت ۱۳۶)

ترجمہ:- تو کہہ دے کہ اے میری قوم تم اپنے طریق پر عمل کرو میں بھی اپنے طریق پر عمل کروں گا پھر تم جلدی ہی معلوم کر لو گے کہ اس گھر (یعنی دنیا) کا انجام کس کے حق میں ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے اہم کارنامے: بقیہ صفحہ ۲۳

امت مسلمہ اور مسلمانوں کی اصلاح کا کام آپ نے نہایت خوبی سے سر انجام دیا اور وہ یوں کہ آپ نے جماعت احمدیہ کے نام سے ایک جماعت کا قیام فرمایا اس جماعت میں شامل ہونے والے لوگوں میں آپ نے ایمان اور عمل صالح کی روح پھونکی اور انہیں ہمیشہ کے لئے خالص توحید پر قائم کر دیا۔ آپ کی قائم کردہ اسی روحانی جماعت کے ذریعہ آج تمام دنیا میں اسلام و احمدیت کی اشاعت کا وسیع نظام قائم ہو چکا ہے بیرونی ممالک میں سینکڑوں تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ غیر ممالک میں کثیر تعداد میں مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور ابھی حال ہی میں جماعت احمدیہ کو سپین کی سرزمین قرطبہ میں ساڑھے سات سو سالہ بعد پہلی عظیم الشان مسجد کی تعمیر کی توفیق ملی جس کا بابرکت افتتاح جماعت احمدیہ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے دست مبارک سے ۱۰ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو فرما چکے ہیں۔ مخالف بھی ان حقیقتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے ہفت روزہ ہماری زبان علی گڑھ کا اقتباس:

"موجودہ زمانے میں احمدی جماعت نے منظم تبلیغ کی جو مثال قائم کی ہے وہ حیرت انگیز ہے لٹریچر، مساجد و مدارس کے ذریعہ یہ لوگ ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے دور دراز گوشوں تک اپنی کوششوں کا سلسلہ قائم کر چکے ہیں جس کی وجہ سے غیر مسلم جماعتوں میں ایک گونہ اضطراب پایا جاتا ہے کاش دوسرے لوگ بھی ان کی مثال سے سبق لیتے۔"

(ہماری زبان علی گڑھ ۲۳ر دسمبر ۱۹۵۸ء)

حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا میں صرف ایک ہی جماعت ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لئے دامے درمے سخنے غرضیکہ ہر طرح سے کوشاں ہے اور اسی جماعت کے ذریعہ دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند ہو گا۔ [illegible]

ہمارے دل کو کثرت احباب کی حاجت نہیں
ایک انسان کافی ہے گر دل میں ہو ذوق نگار

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بقیہ صفحہ (۱۳)

میں نہیں بتا رہا ہوں کہ یہی اللہ کا منشاء ہے .... کوئی بڑا اور کوئی چھوٹا نہیں رہے گا۔ سارے کے سارے ایک سطح پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے ساتھ چمٹے ہوئے ہوں گے تکبر کا سر توڑ دیا جائے گا۔ عاجزی، انکساری اور باہمی اخوت و پیار اس کی جگہ لے لے گا۔ لڑائیاں جھگڑے، عداوتیں اور رنجشیں دفن کر دی جائیں گی۔ اور امت مسلمہ پھر سے ایک ایسی بنیان مرصوص بن جائے گی کہ اس پر شیطان کا ہر وار ناکام ہو جائے گا۔ صرف ... اور صرف ایک اسوہ ہوں گے ہمارے لئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ صرف ایک پیغمبر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گا۔ مہدی ہمارا (علیہ السلام) اور ساری دنیا امت واحدہ بن جائے گی۔ جیسا کہ قرآن کریم نے وعدہ دیا ہے۔"

("اختتامی خطاب" صفحہ ۱۶-۱۸)

قسم اس ذات کی جس نے محمدؐ کو کیا پیدا
قسم اس ذات کی جس نے ہمیں اس کا کیا شیدا
یقیناً لشکر شیطاں شکست فاش کھائے گا
علم اسلام کا سارے جہاں پر لہلہائے گا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَخَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّخُلَفَآءِہٖ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ +

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ

(حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم)

منجانب:- ماڈرن شو کمپنی ۳۱/۵/۶ لوئر چت پور روڈ۔ کلکتہ ۷۰۰۰۷۳

MODERN SHOE CO.

31/5/6 LOWER CHITPUR ROAD.

PH. 275475
RESI. 273303

CALCUTTA - 700073.

"الخیر کلہ فی القرآن"

ہر قسم کی خیر و برکت قرآن مجید میں ہے

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

THE JANTA

PHONE 23-9302

CARDBOARD BOX MFG. CO.

MANUFACTURERS OF ALL KINDS OF CARDBOARD CORRUGATED BOXES & DISTINCTIVE PRINTERS.

15, PRINCEP STREET, CALCUTTA - 700072

"میں وہی ہوں

جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا"

(فتح اسلام ص۱ تصنیف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

(پیشکش)

لبرٹی بوٹ مل

نمبر ۱۸-۲-۵۰
فلک نما
حیدرآباد - ۵۰۰۲۵۳

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

پیشکش:- سن رائز ربر پروڈکٹس ۲ تپسیا روڈ۔ کلکتہ ۳۹

SUNRISE RUBBER PRODUCTS

2 - TOPSIA ROAD, CALCUTTA - 39.

"AUTOCENTRE" تار کا پتہ

23 - 5222
23 - 1652 ٹیلیفون نمبرز

آٹو ٹریڈرز

۱۶- مینگولین۔ کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۰۱

ہندوستان موٹرز لمیٹڈ کے منظور شدہ تقسیم کار

HM برائے: ایمبسڈر ● بیڈ فورڈ ● ٹریکر HM

SKF بال اور رولر ٹیپر بیرنگ کے ڈسٹری بیوٹر

ہر قسم کی ڈیزل اور پٹرول کاروں اور ٹرکوں کے اصلی پرزہ جات دستیاب ہیں

AUTO TRADERS

16-MANGOE LANE, CALCUTTA - 700001

رحیم کاٹیج انڈسٹری

ریگزین۔ فوم۔ چمڑے۔ جینس اور ویلویٹ سے تیار کردہ

بہترین۔ معیاری اور پائیدار

سوٹ کیس۔ بریف کیس۔ سکول بیگ۔

ایر بیگ۔ ہینڈ بیگ (زنانہ و مردانہ)

ہینڈ پرس۔ منی پرس۔ پاسپورٹ کور

اور بیلٹ کے

مینوفیکچررس اینڈ آرڈر سپلائرز

RAHIM

COTTAGE INDUSTRIES,
17-A, RASOOL BUILDING,
MOHAMEDAN CROSS LANE,
MADANPURA,
BOMBAY - 400008

پندرھویں صدی ہجری غلبہ اسلام کی صدی ہے
(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)
منجانب :- احمدیہ مسلم مشن - ۲۰۵ نیوپارک سٹریٹ - کلکتہ - ۷۰۰۰۱۷ - فون نمبر ۴۴۷۱۷۴۳

"اپنی خلوت گاہوں کو ذکر الٰہی سے معمور کرو!"
(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)
NIR ®
CALCUTTA-15.
پیش کرتے ہیں :-
آرام دہ مضبوط اور دیدہ زیب ربڑ شیٹ، ہوائی چپل، نیز ربڑ پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!